إعلام الفتية بأحكام اللحية

معروف بہ

داڑھی کی شرعی حیثیت

از

حفظ الرحمٰن الاعظمی الندوی

ناشر:

دار الکتاب الاسلامی

ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) انڈیا

جملہ حقوق غیر محفوظ

نام کتاب	:	**داڑھی کی شرعی حیثیت**
نام مصنف	:	حفظ الرحمن اعظمی ندوی
سن اشاعت	:	2016ء
تعداد اشاعت	:	1000
اشاعت	:	پانچواں
سائز	:	23x36=16
طباعت	:	گلوبل اردو کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، رام گنج بازار، جے پور موبائل:- 9460866130,9460257861

ملنے کا پتہ

Islamic Book House

Ibrahimpur, P.O. Deokali Taran, Distt.
Azamgarh (U.P.) Pin-276403

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	حرفِ اوّل	5
۲	اعفاءِ لحیہ سے متعلق مرفوع احادیث	7
۳	سلف صالحین کا تعامل	11
۴	امام ابو حنیفہؒ کا مسلک	13
۵	امام مالکؒ کا مسلک	17
۶	امام شافعیؒ کا مسلک	21
۷	امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک	27
۸	جمہور کی تائید میں روایتیں	29
۹	مرفوع	30
۱۰	مرسل	36
۱۱	موقوف	36
۱۲	اثر تابعی	38
۱۳	ایک شبہے کا ازالہ	38
۱۴	مزید دلائل فتاویٰ ثنائیہ کی روشنی میں	41
۱۵	پہلا فتویٰ	41
۱۶	دوسرا فتویٰ	42

۱۷	تیسرا فیصلہ کن فتویٰ	44
۱۸	شیخ البانی کا نقطۂ نظر	46
۱۹	حرف آخر	50
۲۰	مراجع	51
۲۱	تقاریظ و تبصرے	55

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

اس میں کوئی شک نہیں کہ داڑھی تمام انبیائے کرام کی سنت، مسلمانوں کا قومی شعار اور مرد کی شناخت ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس شعار کو اپنانے کے لیے اپنی امت کو ہدایات دی ہیں۔ ان ہدایات کو کتب حدیث نے محفوظ کیا ہے، ان کی روشنی میں جمہور علمائے امت کے نزدیک داڑھی رکھنا واجب اور مونڈنا حرام ہے، البتہ علماء میں اس امر پر اختلاف رونما ہوا ہے کہ زیادہ لمبی ہوجانے پر کسی قدر اصلاح کے طور پر کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ کے فعل کی وجہ سے اصلاح جائز ہے اور بعض کے نزدیک اصلاح جائز نہیں خواہ داڑھی کتنی ہی لمبی ہوجائے۔

اتفاق سے اس موضوع پر ایک کتابچہ جو عرصہ ہوا منظرِ عام پر آیا ہے، میری نظر سے گزرا جس میں سارا زور مؤلف نے درج ذیل امور پر صرف کیا ہے:

(۱) تمام سلف صالحین نے خواہ کسی طبقے کے ہوں اعفاء لحیہ کے مسئلے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ کے فعل پر کوئی توجہ نہیں دی اور مطلق ارسال کے قائل اور اسی پر عامل رہے۔

(۲) کاٹ چھانٹ کے لیے مردود سے مردود روایت بھی موجود نہیں۔

(۳) حدیث اعفاء لحیہ کے راوی عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث کے سمجھنے میں تسامح ہوا ہے۔

ان شاء اللہ آئندہ سطور میں انہی مذکورہ بالا امور پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا جائے گا کہ جمہور علمائے امت کا مسلک مطلق ارسال لحیہ کے وجوب کا

نہیں ہے۔

امید ہے کہ یہ تحریر طالبانِ حق کے لے مفید ثابت ہوگی۔

”فأما الزبد فيذهب جفاءً وأما ما ينفع الناس فيمكث فى الأرض“

حفظ الرحمٰن الاعظمی الندوی
۲۰/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
الذيد ، الشارقة ،
دولة الامارات العربية المتحدة

☆

اعفاءِ لحیہ سے متعلق مرفوع احادیث

اعفاء لحیہ سے متعلق ائمہ کے اقوال اور فقہاء کی تحقیقات کا جائزہ لینے سے قبل ان مرفوع احادیث پر ایک سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے، جو داڑھی کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، اس سلسلے میں کئی صحابہ سے احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) حدیث عبداللہ بن عمرؓ، صحیح بخاری اور شرح السنہ میں ہے۔

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال: خالفوا المشرکین ووفروا اللحی وأحفوا الشوارب وکان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض علی لحیته فما فضل أخذه ۔[1]

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو اور ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ ادا کرتے تو داڑھی مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زیادہ جو داڑھی ہوتی اسے کتر ڈالتے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مسلم اور ابو عوانہ روایت کرتے ہیں:

عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ جزوا الشوارب وأرخوا اللحی خالفوا المجوس [2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

---

[1] صحیح البخاری ۱۰/۳۴۹، شرح السنہ ۱۲/۳۰۹، یہ روایت صحیح مسلم ۳/ ۱۴۶، ۱۴۷۔ سنن النسائی ۱/۱۶، ۸/۱۸۱، ۱۸۲، جامع الترمذی ۴/۱۱، اور مسند احمد ۲/۶ وغیرہ میں الفاظ کے فرق کے ساتھ موجود ہے، لیکن ابن عمر کا اثر ان کتابوں میں مروی نہیں ہے، البتہ مرجہ دونوں موطا اور مسند ابوحنیفہؒ اور شرح معانی الآثار میں موجود ہے۔

[2] صحیح مسلم ۳/ ۱۴۷، مسند ابی عوانہ ۱/ ۱۸۸

امام احمدؒ نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک کے الفاظ ہیں:

أعفوا اللحی وخذوا الشوارب وغیروا شیبکم ولا تشبھوا بالیھود والنصاریٰ۔[1]

داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو اور بڑھاپے کا سفید بال بدل دو اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

بزار کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان أھل الشرك یعفون شواربھم ویحفون لحاھم فخالفوھم فأعفوا اللحی وأحفوا الشوارب۔[2]

مشرکین اپنی مونچھیں دراز کرتے ہیں اور داڑھیاں صاف کرتے ہیں، لہٰذا تم ان کی مخالفت میں داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو۔

(۳) حضرت ابوامامہؓ سے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے:

عن أبی أمامة قال قلنا یا رسول اللہ ان أھل الکتاب یقصون عثانینھم ویوفرون سبالھم، فقال النبی ﷺ قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا أھل الکتاب۔[3]

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اہل کتاب اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

(۴) حضرت انسؓ سے بزار نے روایت کیا ہے:

---

۱ الفتح الربانی ۳۱۴/۱۷

۲ کشف الاستار ۳۷۱/۳

۳ الفتح الربانی ۳۴۱/۱۷، ۳۱۵

عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا علی المجوس جزوا الشوارب وأوفوا اللحی ۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجوسیوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(۵) حضرت عائشہ سے مسلم اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے:

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواك و استنشاق الماء وقص الأظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء قال زكريا: قال مصعب : ونسيت العاشرة الا أن تكون المضمضة۔[2]

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں پیدائشی سنت ہیں: ایک تو خوب مونچھ کتروانا، دوسری داڑھی چھوڑنا، تیسری مسواک کرنا، چوتھی پانی سے ناک صاف کرنا، پانچویں ناخن کاٹنا، چھٹی انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، ساتویں بغل کے بال اُکھاڑنا، آٹھویں زیر ناف کے بال مونڈنا، نویں پانی سے استنجا کرنا زکریاؒ روای کہتے ہیں کہ مصعبؒ نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا مگر یہ کلی ہو۔

ان مذکورہ احادیث کی روشنی میں علمائے امت داڑھی کی مشروعیت اور اس کے وجوب پر متفق ہیں، نیز اس بارے میں بھی متفق ہیں کہ اس کا منڈانا حرام ہے، قاضی عیاض مالکی کے نزدیک منڈانا مکروہ ہے، معاصرین میں ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اسے راجح قرار دیا ہے،[3] بعض مغرب زدہ لوگوں نے داڑھی

---

[1] کشف الاستار ۳/۱۷/۳

[2] صحیح مسلم ۳/۱۴۷، سنن النسائی ۸/۱۲۸، مسند احمد ۶/۱۳۷، جامع الترمذی ۴/۹، مختصر سنن ابی داؤد ۱/۴۲، ابن ماجہ ۱/۱۲۶

[3] دیکھئے الحلال والحرام ص ۹۲

منڈانے کو مباح قرار دیا ہے، مصری علماء کا عموماً یہی رجحان ہے، مصر کے مشہور عالم وسابق شیخ الازہر محمود شلتوت مرحوم چند قدم آگے بڑھتے ہوئے فرما گئے ہیں ''کہ چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی'' یعنی جس معاشرے میں داڑھی کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہاں داڑھی رکھنی چاہیے، ورنہ نہیں۔[۱]

سابق مفتی اعظم اور شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق نے بھی داڑھی منڈانے کو مباح قرار دیا تھا۔ جب وہ مصر کے مفتی اعظم تھے، مصر کے مشہور فقیہ عطیہ صقر نے بھی اسی قسم کا فتویٰ دیا ہے، حالانکہ علمائے محققین نے داڑھی منڈے کو فاسق اور مردود الشہادۃ لکھا ہے، اس کو سلام کرنے اور اس کے سلام کا جواب دینے سے منع کیا ہے، بلکہ جو کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنے کی سنیت کا منکر ہو اس کو کافر قرار دیا ہے۔[۲] جہاں تک فرنچ اور خشخشی داڑھی کا تعلق ہے تو اس کے غیر شرعی ہونے میں بھی اتفاق ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد۔[۳]

اور رہا داڑھی سے کاٹنا جب کہ ایک مشت سے کم ہو جیسا کہ بعض مغاربہ اور مخنث قسم کے لوگ کرتے ہیں تو اسے کسی نے جائز نہیں قرار دیا ہے۔

بعض فقہاء مطلق ارسال لحیہ کے وجوب کے قائل ہیں لیکن جمہور اس کے قائل نہیں جیسا کہ اگلی سطروں سے بخوبی واضح ہو جائے گا۔

☆

---

[۱] ملاحظہ کیجئے الفتاویٰ للامام الاکبر محمود شلتوت ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الشروق

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احکام الحجیٰ فی احکام اللحیٰ از مولانا سلامت اللہ اعظمی، مطبوعہ ۱۳۲۲ھ

[۳] فتح القدیر جلد ۲ ص ۷۷

سلف صالحین کا تعامل

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب مطلق ارسال کے قائل نہیں ہیں اسی وجہ سے آپ نے ایک شخص کی بہت لمبی داڑھی کٹوا کر چھوٹی کروائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ "أنه كان يأخذ من لحيته ما يلي وجهه" (الاستذکار ۱۳/۱۱۶)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی اسی کے قائل وفاعل تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ان کا اثر نقل کیا ہے، حالانکہ انہوں نے اعفاء لحیہ کی حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی اسی کے قائل وفاعل تھے۔ حالانکہ انہوں نے بھی اعفاء لحیہ کی حدیث روایت کی ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ کے حوالہ سے گزری۔

سالم بن عبد اللہ بن عمرؒ بھی اسی کے قائل وفاعل تھے، ان کا اثر موطا امام مالک میں مروی ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے وہ داڑھی اور مونچھ کی اصلاح کرتے تھے۔

فقیہ عراق ابراہیم نخعی تابعیؒ (متوفی ۹۶ھ) مطلق ارسال کے قائل نہ تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ "كانوا يأخذون من جوانبها"[1] یعنی لوگ داڑھی کے اردگرد سے کاٹتے تھے۔ عراقی وغیرہ کے بقول ابراہیم نخعی اس قسم کے جملہ سے اصحابِ عبد اللہ بن مسعود مراد لیتے ہیں، یعنی علقمہ، اسود، ابووائل، حارث بن سوید، عبیدہ سلمانی، مسروق، ربیع بن خثیم، اور سوید بن غفلہ وغیرہ جو اپنے زمانے کے سادات تابعین میں شمار ہوتے تھے۔

مشہور یمنی تابعی طاؤس بن کیسان (متوفی ۱۰۶ھ) بھی اسی صف میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی اپنی داڑھی چھوڑ کر اس سے کچھ نہ کاٹے اور وہ بہت

---

[1] شرح السنہ للبغوی ۱۲/۱۰۹ نیز دیکھئے الاستذکار ۱۳/۱۱۶، مطبوعہ دار قتیبہ

لمبی چوڑی ہو جائے تو لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔[1]

محمد بن سیرین بصری تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) جو اپنے وقت کے علوم دینیہ کے امام تھے یہ بھی مطلق ارسال کے قائل نہ تھے۔

حسن بصری تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) جن کو امام ذہبی نے شیخ الاسلام کا خطاب دیا ہے یہ بھی جمہور کے ساتھ ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

مشہور تابعی شعبی (متوفی ۱۰۵ھ) بھی جمہور کے ساتھ ہیں بلکہ انہوں نے کسی قدر کاٹنے کو مستحسن کہا ہے۔

ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی مطلق ارسال کے وجوب کا قائل نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک مشت سے زیادہ ہو جانے پر زائد کا کاٹ لینا جائز اور مستحب ہے، بلکہ امام احمدؒ تو کاٹنے کا فتویٰ بھی دیتے تھے اور خود اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر ''قائل وفاعل'' تھے امام مالکؒ کے نزدیک بہت لمبی ہو جانے پر کاٹنا ہے، لمبائی کی حد ان کے نزدیک مقرر نہیں ہے، امام شافعی کے نزدیک حج وعمرہ میں احرام سے نکلنے کے لیے کاٹنا ہے، حالانکہ داڑھی کا کاٹنا کسی اہل علم کے نزدیک اعمال حج وعمرہ سے نہیں ہے۔

چند فقہاء سے مطلق ارسال کا قول بھی منقول ہے جن میں سے قتادہ تابعی، نووی اور غزالی کا نام لیا جاتا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں تھے۔ امام غزالی کا قول احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت سے آگے نقل کیا جائے گا، جس کے سے ثابت ہوگا کہ وہ جمہور کے ساتھ ہیں اور نووی بھی بقول ابن حجر ارسال کے قائل نہیں تھے۔ رہے قتادہ تابعی تو ان کے بارے میں ابن لعربی نے جو نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں تھے۔

---

[1] ارشاد الساری للقسطلانی ۸/۴۶۴

عبداللہ بن عمر کے عمل کا جب ان کو علم ہوا تو اپنی داڑھی مشت میں لے کر غلطی سے اوپر سے یعنی جڑ سے کاٹ دی جبکہ ان کو نیچے سے کاٹنا تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں ''فقبضت علی لحیتی وقطعتها من فوق۔[1]

آئندہ سطور میں ائمہ اربعہ کے مسلک سے متعلق مزید تفصیل پیش ہے ضمناً مشتے نمونہ از خروارے بعض فقہائے مذاہب کے اقوال بھی نقل کیے جائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

امام اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) جن کی عظمتِ شان وثقاہت کے حاسدین کے سوا سبھی قائل تھے، جن کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"الناس عیال علی أبی حنیفة فی الفقه" لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔[2]

یہی امام جو محتاج تعارف نہیں، ابن عمر کا وہ اثر روایت کرتے ہیں جو امام بخاری وامام مالک وغیرہ نے روایت کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ (امام ابوحنیفہ) حدیث اعفاء لحیہ کا مفہوم وہی سمجھتے ہیں جو راوی حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ سمجھتے ہیں، امام ابوحنیفہ نے یہ اثر ہیثم سے روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اور مٹھی کے نیچے کے بال کاٹ لیتے۔[3]

امام محمد کتاب الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذکورہ اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وبه نأخذ وهو قول أبی حنیفة رحمة الله علیه۔[4]

---

[1] دیکھئے عارضة الاحوذی ۱۰/۲۲۰

[2] مناقب الامام ابی حنیفة للذہبی ۳۰

[3] جامع المسانید ۲/۳۰۹

[4] کتاب الآثار مترجم ۳۶۴

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد اور امام یوسف بھی اسی کے قائل ہیں۔

ایک اور روایت امام ابوحنیفہؒ سے اسی سے متعلق موجود ہے:

أبو حنیفة عن الهیثم عن رجل أن أبا قحافة أتی النبی ﷺ ولحیته قد انتشرت، وقال: لو أخذتم وأشار بیده الی نواحی لحیته۔[1]

امام ابوحنیفہ ہیثم سے وہ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ابوقحافہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کی داڑھی بکھری ہوئی تھی، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کاش تم کاٹ لیتے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے ان کی داڑھی کے اردگرد اشارہ کیا۔

یہ حدیث مرسل یا منقطع ہے لیکن اس سے اس کی حجیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور اکثر تابعین کے نزدیک مرسل اور منقطع روایات قابل حجت ہیں۔

ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے جن کے علوم مرتبہ اور اجتہاد کے شوکانیؒ جیسے لوگ بھی معترف ہیں اس حدیث کا مفہوم شرح مسند ابی حنیفہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

لو أخذتم نواحی لحیته طولاً وعرضاً وترکتم قدر المستحب، وهی مقدار القبضة وهی الحد المتوسط بین الطرفین المذمومین من ارسالها مطلقاً ومن حلقها وقصها علی وجه استئصال۔[2]

کاش تم داڑھی کے اطراف اور طول وعرض سے کاٹ دیتے اور مستحب کی مقدار چھوڑ دیتے اور مستحب کی مقدار ایک مشت ہے اور یہی متوسط حد ہے، باعتبار دو مذموم صورتوں کے کہ اسے مطلق چھوڑ دیا جائے یا اسے منڈوا دیا جائے یا جڑ سے کاٹ دیا جائے۔

---

[1] جامع المسانید ۲/۳۰۹، ۳۱۰ [2] شرح مسند ابی حنیفہ ص ۴۱۳۔۴۱۴

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے:

أو تطويل اللحية اذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة[1]

اور مکروہ نہیں ہے داڑھی کو دراز کرنا جب کہ وہ بقدرِ مسنون ہو اور وہ ایک مشت ہے۔

حدیث مرفوع اور ابن عمر کے فعل کے درمیان جو تضاد نظر آتا ہے اس کی تطبیق صاحب فتح القدیر نے یوں دی ہے۔

فأقل مافى الباب ان لم يحمل على النسخ ...... يحمل الاعفاء على اعفائها من أن يأخذ غالبها أو كلها كما هو فعل مجوس الأعاجم من حلق لحاهم، كما يشاهد فى الهنود وبعض أُجناس الفرنج فيقع بذلك الجمع بين الروايات، يؤيد ارادة هذا ما فى مسلم عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى عليه الصلاة والسلام "جزوا الشوارب وأعفوا اللحى خالفوا المجوس" فهذه الجملة واقعة موقع التعليل۔[2]

حد سے حد اس سلسلے میں جبکہ اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دیا جائے...... یہ ہے کہ بڑھانے کا مطلب بیشتر حصہ داڑھی کا یا کل داڑھی ترشوانے کی ممانعت ہے، جیسا کہ عجم کے مجوسیوں کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی داڑھیاں منڈایا کرتے تھے، جیسے کہ ہنود اور بعض اقوام فرنگ کو کرتے دیکھا جاتا ہے، تو اس توجیہ سے مختلف روایات کے درمیان تضاد رفع ہو جاتا ہے، اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ کی حدیث "مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو" میں مجوسیوں کی مخالفت کرنے کا جو جملہ ہے وہ بھی اسی توجیہ کی تائید کرتا ہے کیونکہ یہ جملہ تعلیل وتوجیہ کے طور پر آیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۰۵۲ھ) اشعۃ اللمعات میں تحریر

---

[1] الدر المختار ۲/ ۴۱۷

[2] فتح القدیر ۲/ ۷۷

فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج ہنود وجوالقیان است کہ ایشاں راقلندریہ گویند، وگذاشتن آن بقدر قبضہ واجب است۔[1]

داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ فرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کی وضع ہے، جنہیں قلندریہ کہا جاتا ہے، اور ایک مشت کی مقدار اس کو بڑھانا واجب ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۵ھ) شرح موطا میں فرماتے ہیں:

وعليه أهل العلم أن ذلك حسن، في الأنوار، لو أخذ من شاربه ولحيته شيئاً كان أحب.[2]

اسی پر اہل علم ہیں کہ یہ بہتر ہے اور ''انوار'' میں ہے کہ اگر اپنی مونچھ اور داڑھی سے (یکمشت سے زائد سے) کچھ لے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

اگر کسی شخص نے ابتداءً داڑھی بڑھنے کے زمانے میں ایک مشت سے زائد کو کسی وجہ سے نہیں کاٹا یہاں تک کہ زیادہ طویل ہوگئی تو اب اس کو کاٹنا مناسب نہیں ہے، بلکہ ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیے، فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وان كان ما زاد طويلة تركه كذا في الملتقط۔[3]

اگر مشت سے بڑھی ہوئی داڑھی زیادہ لمبی ہوچکی ہے، تو اس کو ویسے ہی چھوڑ دے الملتقط (ایک کتاب کا نام) میں ایسا ہی لکھا ہے:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر اصلاح واخذ مدتے ترک یافت ودراز شد گرفتن وکوتاہ

---

[1] اشعۃ اللمعات ۱/۲۱۲

[2] المسویٰ ۱/۳۹۱

[3] الفتاوی الہندیہ ۵/۳۸۵

کردن درست نباشد۔[1]

علماء نے کہا ہے کہ اگر ایک مدت تک داڑھی کاٹ کر سنواری نہیں گئی اور وہ لمبی ہوگئی تو اسے کاٹنا اور چھوٹی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

فقہ حنفی کی ایک کتاب ''النھایة'' میں مذکور ہے'' وما وراء ذلك یجب قطعه'' یعنی ایک مشت سے زائد داڑھی کا کٹوانا واجب ہے، لیکن فتویٰ اس پر نہیں ہے، عام فقہائے احناف نے اباحت کا حکم دیا ہے، وجوب کا نہیں اور جس کے کلام میں وجوب کا لفظ آ گیا ہے، اس کے معنی ثبوت کے قرار دیتے ہیں۔

النہایہ کی مذکورہ عبارت کو بعض اہل علم نے '' یحب قطعه'' بتایا ہے، یعنی ایک مشت سے زائد کا کاٹنا پسندیدہ ہے، اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور عبارت جمہور فقہائے احناف کے مسلک کے مطابق ہو جاتی ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک

امام دار الہجرۃ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) جن کو مایہ ناز نقاد حدیث یحییٰ بن سعید القطان نے امیر المؤمنین فی الحدیث کا خطاب دیا ہے، یہ امام بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے بہت لمبی داڑھی کو مکروہ تصور کیا ہے، جیسا کہ نووی نے قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) کے حوالے سے صحیح مسلم کی شرح میں نقل کیا ہے:

وکرہ مالك طولها جداً۔[2]

امام مالکؒ نے زیادہ لمبی داڑھی کو مکروہ کہا ہے۔

ابوالولید باجی (متوفی ۴۷۴ھ) نے شرح موطا میں نقل کیا ہے کہ:

---

[1] اشعۃ اللمعات ۳/۴/۵۷

[2] شرح صحیح مسلم ۳/۱۵۱

قیل لمالك فاذا طالت جداً قال أری أن یؤخذ منها و تقص ۔[1]

امام مالکؒ سے سوال کیا گیا، جب داڑھی بہت لمبی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا کہ میری رائے ہے کہ داڑھی سے کسی قدر کاٹ چھانٹ کر لینا چاہیے۔

قاضی ابو الفضل عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) جو مالکیہ کے مشہور علماء میں سے ہیں اور اپنے وقت کے حدیث کے امام تھے، کہتے ہیں:

یکرہ حلقها وقصها وتحریقها و أما الأخذ من طولها وعرضها فحسن، وتکرہ الشهرة فی تعظیمها کما تکرہ فی قصها وجزها ۔[2]

داڑھی کا مونڈنا اور اس کو زیادہ کاٹنا چھانٹنا اور جلانا مکروہ ہے، رہا اس کے طول وعرض سے کسی قدر کاٹنا تو بہتر ہے، کیونکہ جس طرح داڑھی کو زیادہ کاٹنا مکروہ ہے ویسے ہی اس کو زیادہ لمبی بنا کر شہرت کا باعث بننا بھی مکروہ ہے۔

دوسرے مشہور مالکی محدث وفقیہ قاضی ابو بکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) جامع ترمذی کی شرح میں رقمطراز ہیں:

ان ترك لحیته فلا حرج علیه الا أن یقبح طولها فیستحب أن یأخذ منها ۔[3]

اگر اپنی داڑھی چھوڑ دے اور اس سے کوئی تعرض نہ کرے تو کوئی حرج نہیں الا یہ کہ بڑی ہو کر بری لگے تو اسے کاٹ لینا مستحب ہے۔

زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) کی تحقیق ہے کہ:

لأن الاعتدال محبوب والطول المفرط قدیشوہ الخلق ویطلق ألسنة المغتابین ففعل ذلك مندوب مالم ینته الی تقصیص

---

[1] المنتقی ۲۶۶/۷، نیز دیکھیے الاستذکار ج ۸ ص ۴۲۹، دار الکتب العلمیة

[2] شرح صحیح مسلم ۱۵۱/۳

[3] عارضة الاحوذی ۲۱۹/۱۰، ۲۲۰

اللحية و جعلها طاقات فيكره۔[1]

اعتدال چونکہ محبوب ہے اور زیادہ لمبائی فطری حسن کو بگاڑ دیگی اور غیبت کرنے والوں کو زبان درازی کا موقع ملے گا، اس لیے اس کو کاٹ لینا مستحب ہے، البتہ بہت زیادہ کاٹنا اور تہ بتہ بنانا مکروہ ہے۔

ابن جُزی (متوفی ۷۴۱ھ) کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمالیں:

واعفاء اللحية لا أن تطول جداً فله الأخذ منها۔[2]

سنن فطرت میں سے داڑھی کا بڑھانا ہے لیکن بہت زیادہ لمبی نہ ہو، ورنہ اس سے کاٹ سکتا ہے۔

ملاعلی قاری نے شرح الشفا میں مشہور مالکی فقیہ تلمسانی[3] (متوفی ۷۸۱ھ) کی ایک عبارت نقل کی ہے، جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

وعن الحسن بن المثنى أنه قال: اذا رأيت رجلا ذا لحية طويلة ولم يتخذ لحية بين لحيتين كان في عقله شئ، وقيل ما طالت لحية انسان قط الا و نقص من عقله مقدار ماطال من لحيته، و منه قول الشاعر:

اذا كبرت للفتى لحية
فطالت وصارت الى سرته
فنقصان عقل الفتى عندنا
بمقدار ماطال من لحيته[4]

حسن بن مثنی کہتے ہیں کہ جب کسی لمبی داڑھی والے کو دیکھو جس نے درمیانی درجہ کی داڑھی نہیں رکھی ہے تو اس کی عقل میں نقص ہے اور کہا گیا ہے کہ

---

[1] شرح الزرقانی ۴/۳۳۵

[2] القوانین الفقہیہ ص ۲۹۳

[3] یہ ہیں خطیب ابوعبداللہ بن مرزوق تلمسانیؒ انہوں نے قاضی عیاض کی کتاب 'الشفا' کی شرح لکھی ہے

[4] شرح الشفا لملاعلی قاری ۱/۲۶۴

جب کسی انسان کی داڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی داڑھی کی لمبائی کے بقدر اس کی عقل میں کمی ہوتی ہے، اس مقولہ کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

جب نوجوان کی داڑھی بڑی ہو جائے اور لمبی ہو کر ناف تک پہونچ جائے تو ہمارے نزدیک نوجوان کی عقل اس کی داڑھی کی لمبائی کے بقدر کم ہو جاتی ہے۔

تلسمانی کی اس تحریر سے اتفاق ضروری نہیں، محض اس لیے اسے نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مالکیہ کے مسلک کی عکاسی ہوتی ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی (متوفی ۸۲۷ھ) نووی کے قول ''المختار ترکھا'' پر نقد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فی الحدیث أن اللہ تعالیٰ زین بنی آدم با للحی۔[1] واذا کانت زینة فالأحسن تحسینها بالأخذ منها طولاً وعرضاً وتحدید ذلك بما زاد علی القبضة کما کان ابن عمر یفعل، وهذا فیمن تزید لحیته ، وأما من لا تزید لحیته فیأخذ من طولها وعرضها بما فیه تحسین فان اللہ جمیل یحب الجمال۔[2]

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو داڑھیوں سے زینت بخشی ہے، جب داڑھی زینت مقرر ہوئی تو اس کے طول وعرض سے کچھ کاٹ کر سنوارنا بہتر ہے، اور اس کی حد مشت سے زائد کا حصہ ہے، جیسا کہ ابن عمر کرتے تھے۔ اور ایک مشت کی قید اس کے لیے ہے جس کی داڑھی بڑھتی ہو اور جس کی داڑھی بڑھتی ہی نہ ہو تو وہ بھی اس کے طول وعرض سے اتنا کاٹے جس سے داڑھی اچھی لگے، کیونکہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

پھر آگے ایک اشکال کہ طول وعرض سے کچھ کاٹ لینا قول رسول ''أعفوا

---

[1] وشتانی نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے لیے اہل علم ملاحظہ فرمائیں ''کشف الخفاء ومزیل الالباس'' حدیث نمبر ۱۴۴۷۔

[2] اکمال اکمال المعلم ۳۹/۲

اللحی ‘‘کے منافی ہے، کا جواب یوں دیتے ہیں:

الأمر بالاعفاء انما هو لمخالفة المشركين لأنهم كانوا يحلقونها و مخالفتهم تحصل بعدم أخذ شئ البتة أو بأخذ اليسير الذى فيه تحسين [1]

اعفاء کا حکم مشرکین کی مخالفت کے لیے ہے کیونکہ وہ داڑھیاں منڈاتے تھے، ان کی مخالفت اس سے بھی ہوگی کہ کچھ بھی بال نہ کاٹا جائے اور اس سے بھی ہوگی کہ معمولی مقدار میں کاٹا جائے جس سے داڑھی خوشنما لگنے لگے۔

امام شافعیؒ کا مسلک

ناصر السنۃ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) بھی داڑھی کے مطلق ارسال کے قائل نہیں، حج وعمرہ کے موقع پر احرام سے نکلنے کے لیے داڑھی اور مونچھ سے بال کاٹنا ان کے نزدیک مستحب ہے، حالانکہ باتفاق علماء داڑھی سے بال کاٹنا اعمالِ حج وعمرہ سے نہیں ہے، خود امام شافعیؒ اس کے معترف ہیں، فرماتے ہیں:

وأحب الىّ لو أخذ من لحيته و شاربيه حتى يضع من شعره شيئاً لله وان لم يفعل فلا شئ عليه لان النسك انما هو فى الرأس لا فى اللحية [2]

اگر اپنی داڑھی اور مونچھوں سے کچھ بال کاٹ کر اللہ کے لیے گرائے تو مجھے پسند ہے اگر ایسا نہ کرے تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ اعمال حج وعمرہ کا تعلق تو سر سے ہے نہ کہ داڑھی سے۔

امام شافعی صرف حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی میں کاٹ چھانٹ کے قائل

---

[1] اکمال اکمال المعلم ۲/۳۹

[2] الأم ۲/۲۱۱

ہیں لیکن تمام شوافع نے حج وعمرہ سے مشروط نہیں کیا ہے۔

مایۂ ناز شافعی محدث حافظ ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمیؒ (متوفی ۴۰۳ھ) جو اپنے وقت کے امام اور مذہب شافعی کے چنیدہ افراد میں سے تھے، جن کو مورخین نے ''رئیس أصحاب الحدیث بخاریٰ ونواحیھا'' لکھا ہے۔جن کی کتاب ''المنھاج فی شعب الایمان'' اپنے موضوع پر بے مثال کتاب تصور کی جاتی ہے، امام بیہقی نے اسی کتاب کی تلخیص کرکے ''شعب الایمان'' مرتب کی ہے، بیہقی اور ابن حجر وغیرہ جن کے اقوال بطور شواہد نقل کرتے ہیں، یہی حلیمی داڑھی کے مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں، اس لیے حدیث'' أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی'' ذکرکرنے کے بعد ابن عمرؓ، ابوہریرہؓ اور ابراہیم نخعیؒ کا عمل اور حسن بصریؒ اور طاؤسؒ کا قول نقل کیا۔[1]

امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) جو''شافعی ثانی'' کہے جاتے ہیں کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مطلق ارسال کے قائل ہیں، یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے احیاء علوم الدین میں ان کی درج ذیل تحریر سے مذکورہ دعویٰ باطل ہوجاتا ہے:

والأمر فی ھذا قریب ان لم ینتہ الی تقصیص اللحیۃ وتدویرھا من الجوانب فان الطول المفرط قد یشوہ الخلقۃ ویطلق ألسنۃ المغتابین بالنبذ الیہ فلا بأس بالاحتراز عنہ علی ھذہ النیۃ، وقال النخعی: عجبت لرجل عاقل طویل اللحیۃ کیف لا یأخذ من لحیتہ ویجعلھا بین لحیتین، فان التوسط فی کل شئ حسن،ولذلک قیل: کلما طالت اللحیۃ تشمر العقل۔[2]

اور کتروانا نیچے سے کچھ مضائقہ نہیں، بشرطیکہ نوبت داڑھی کے زیادہ

---

[1] دیکھئے المنھاج فی شعب الایمان ۳/۸۶،۸۷

[2] احیاء علوم الدین ۱/۱۴۳

کترنے اورسب طرف سے گول کرنے کی نہ پہنچے، کیونکہ زیادہ لمبا کرنا بھی فطری حسن کو بدنما کردیتا ہے اورغیبت کرنے والوں کی زبان اس پر کھلتی ہے کہ فلاں لمبی داڑھی والا ہے،تو اس نیت سے کہ ان دونوں باتوں سے محفوظ رہے کتروانے میں مضائقہ نہیں، نخعی کہتے ہیں کہ جو عقلمند شخص لمبی داڑھی رکھتا ہے وہ اس سے کیوں نہیں چھانٹتا اور متوسط داڑھی کیوں نہیں بناتا، ہر چیز میں توسط کا درجہ اچھا ہوتا ہے، اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جب داڑھی لمبی ہوجاتی ہے تو عقل رخصت ہوجاتی ہے۔

کتاب ''کیمیائے سعادت'' جو دراصل ''احیاء علوم الدین'' کا خلاصہ ہے اورعوام کے لیے فارسی نیز سہل اسلوب میں امام غزلی نے تالیف کیا تھا۔اس میں بھی داڑھی کے بارے میں وہی مسئلہ درج ہے جو ان کی عربی تصنیف احیاء علوم الدین میں مذکور ہے، لکھتے ہیں:

داڑھی لمبی ہو تو ایک مشت سے زائد کا کترنا جائز ہے تا کہ حد سے نہ بڑھے۔[1]

خاتمۃ الحفاظ وشیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) جو محتاج تعارف نہیں، ان کا بھی رجحان جمہور علمائے امت کے ساتھ ہے، اسی لیے انہوں نے حدیث مرفوع اور ابن عمر وابو ہریرہ کے فعل کے درمیان تعارض کو اس طرح رفع کیا ہے:

ویمکن الجمع بحمل النهی علی الاستئصال أوما قاربه بخلاف الأخذ المذکور ولا سیما ان الذی فعل ذلك هو الذی رواه۔[2]

تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ ممانعت کو داڑھی بالکل صاف کردینے یا قریب قریب صاف کردینے پر محمول کیا جائے، بخلاف کسی قدر کاٹ لینے کے جو

---

[1] کیمیائے سعادت مترجم ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

[2] الدرایۃ ۲۸۲/۱

(فعل ابن عمر وابو ہریرہ میں) مذکور ہے، خصوصاً جس نے یہ کیا ہے اسی نے حضور سے (اعفاء لحیہ والی) روایت بھی نقل کی ہے۔

ابن حجر کی تحقیق کے مطابق ابن عمر نے اپنے فعل کو صرف حج وعمرہ پر خاص نہیں کیا ہے بلکہ عام حالات پر محمول کیا ہے کہ جب بھی داڑھی بڑی ہوکر بدنما لگے اس میں معمولی کاٹ چھانٹ ہوسکتی ہے۔

الذی یظهر أن ابن عمر کان لا یخص هذا التخصیص بالنسك بل کان یحمل الأمر بالاعفاء علی غیر الحالة التی تتشوه فیها الصورة بافراط طول شعر اللحیة أو عرضه۔[1]

ظاہر یہ ہے کہ ابن عمرؓ اس فعل کو اعمال حج کے ساتھ خاص نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ داڑھی کے بڑھانے کے حکم کو اس حالت کے علاوہ پر محمول کرتے تھے کہ داڑھی کے طول وعرض میں زیادہ ہونے سے صورت بھدی اور بدنما لگے۔

نووی بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں ہیں، نووی کے قول "**والمختار ترکها علی حالها**" پر ابن حجر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وکأن مراده بذلك فی غیر النسك لأن الشافعی نص علی اسحبابه فیه۔[2]

نووی کی مراد اس سے حج وعمرہ کو چھوڑ کر ہوگی، اس لیے کہ امام شافعی نے حج وعمرہ میں تقصیر لحیہ کو مستحب کہا ہے۔

ابن حجر کا اشارہ امام شافعی کے اس قول کی طرف ہے جو امام شافعی کی کتاب "الأم" سے اس سے پہلے نقل کیا گیا ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ نووی بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں ہیں اور اپنے

---

[1] فتح الباری ۱۰/۳۵۰

[2] فتح الباری ۱۰/۳۵۰

مقتدا امام شافعی کی طرح حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی میں کاٹ چھانٹ کے قائل ہیں۔

مایہ ناز مفسر، محدث اور مورخ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) جنھوں نے بغداد میں امام شافعیؒ کے مسلک کی نشرواشاعت کے لیے سالہا خدمات انجام دیں، اپنی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

ان الرجل لو ترك لحيته لا يتعرض لها حتى أفحش طولها وعرضها لعرض نفسه لمن يسخر به۔ ١؎

کوئی شخص اگر اپنی داڑھی چھوڑ دے اور اس میں سے کچھ نہ کاٹے، یہاں تک کہ اس کا طول وعرض بہت زیادہ ہو جائے تو وہ اپنی ذات کو لوگوں کے لیے تمسخر کا نشانہ بنا رہا ہے۔

علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد طیبیؒ (متوفی ۷۴۳ھ) جن کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں" كان آية في استخراج الدقائق من القرآن والسنن"۔ عمرو بن شعیب والی حدیث" ان النبی ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها" ٢؎ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

هذا لا ينافي قوله ﷺ "أعفوا اللحى' لأن المنهى هو قصها كفعل الأعاجم أو جعلها كذنب الحمام' والمراد بالاعفاء هو التوفيرمنها كما في الرواية الأخرى، أو الأخذ من الأطراف قليلا لا يكون من القص في شئ۔ ٣؎

حضور پاک ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹتے تھے، یہ حضور کے ارشاد "أعفوا اللحی" کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ جس طریقے سے کاٹنا

١؎ فتح الباری ۱۰/۳۵۰

٢؎ جامع الترمذی مع التحفہ ۴/۱۱

٣؎ مرقاۃ المفاتیح لملا علی قاری ۴/۶۲۴

منع ہے، وہ عجمیوں کا طریقہ ہے، یا اس انداز سے کاٹ دینا جیسے کبوتر کی دم ہوجائے، اعفاء سے مراد داڑھی کو وافر مقدار میں رکھنا ہے، جیسا کہ دوسری روایت میں ہےاور اِدھر اُدھر سے کچھ تراشنا یہ لفظ قص میں داخل نہیں ہے۔

ملاعلی قاری مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"وعليه سائر شراح المصابيح من زين العرب وغيره" یعنی زیر بحث حدیث کے مذکورہ بالا مفہوم میں مصابیح السنۃ للبغوی (جو مشکوٰۃ المصابیح کی اصل ہے) کے تمام شارحین زین العرب وغیرہ متفق ہیں، یعنی ان کے نزدیک طول وعرض سے کچھ کاٹ لینا نہ تو قص لحیہ میں شمار ہوگا۔ نہ ہی اعفاء لحیہ کے منافی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی تحقیق بھی یہی ہے، ملاحظہ ہو اشعة اللمعات ۵۷۴/۳

عبدالرؤف مناوی شافعی (متوفی ۱۰۳۱ھ) جامع صغیر کی شرح میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محل الاعفاء فی غیر ما طال من أطرافها حتی تشعث وخرج عن السمت، أما هو فلا یکره قصه[1]

محل اعفاء اطراف کے بڑھے ہوئے بالوں کے علاوہ ہے، جن کی وجہ سے انسان پراگندہ صورت بن جائے اور وقار کی حد سے باہر ہوجائے سوان کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

سید سابق اپنی شہرۂ آفاق کتاب "فقہ السنہ" میں سنن فطرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اعفاء لحیہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

اعفاء اللحية وتركها حتی تكثر بحيث تكون مظهراً من مظاهر الوقار فلا تقصر تقصيراً يكون قريباً من الحلق ولا تترك حتی تفحش بل يحسن

---

[1] فیض القدیر للمناوی ۱۹۸/۱، دار المعرفہ، بیروت

التوسط فانه فی کل شیٔ حسن [1]

سنن فطرت میں سے ہے داڑھی بڑھانا اور اس کو چھوڑ دینا کہ زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ وقار کی آئینہ دار ہو جائے پس اسے اتنا نہ کتروایا جائے کہ منڈوانے کے قریب ہو جائے اور نہ ہی اتنا چھوڑ دیا جائے کہ خراب لگے، بلکہ توسط بہتر ہے اس لیے کہ توسط ہر چیز میں عمدہ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) جن کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ ''جب میں نے بغداد چھوڑا تو اس میں احمد بن حنبل سے بڑا عالم، فقیہ اور متقی نہیں تھا۔ جن کی کتاب مسند حدیث میں سب سے ضخیم کتاب تصور کی جاتی ہے، یہ امام بھی داڑھی کے مطلق ارسال کے قائل نہیں تھے۔ ائمہ اربعہ میں داڑھی کے بارے میں ان کا مسلک سب سے زیادہ واضح ہے، آپ داڑھی کے طول وعرض سے کاٹتے بھی تھے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے، حالانکہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو امامہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ وغیرہ سے اعفاء لحیہ کی احادیث اپنی مسند میں روایت کی ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے احادیث کا وہی مفہوم لیا ہے جو جمہور نے لیا ہے۔

امام احمد کا یہ مسلک ان کے شاگرد رشید اور خادم خاص امام اسحاق بن ابراہیم بن ہانی نیشاپوری (متوفی ۲۷۵ھ) نے جو سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے اپنی تصنیف مسائل الامام احمد بن حنبل میں نقل کیا ہے، امام کے خادم

---

[1] فقہ السنہ ۱/۳۸

ہونے کی وجہ سے ان کے بہت سے ایسے امور سے واقف ہوئے جن سے اولاد یا شاگرد عام طور سے واقف نہیں ہوتے، انہوں نے ۹ رسال کی عمر سے امام صاحب کی تاحیات خدمت کی، اس لیے ان کا بیان انتہائی معتبر تصور کیا جائے گا۔ انہوں نے مسائل میں جو کچھ نقل کیا ہے، درج ذیل ہے:

سألت أبا عبد الله عن الرجل يأخذ من عارضيه قال: يأخذ من اللحية ما فضل عن القبضة، قلت فحديث النبي ﷺ: ” أحفوا الشوارب وأعفوااللحى“ قال يأخذ من طولها ومن تحت حلقه ورأيت أبا عبد الله يأخذ من عارضيه ومن تحت حلقه. [1]

میں نے ابوعبداللہ (یعنی امام احمد) سے سوال کیا کہ آدمی اپنے دونوں رخساروں سے بال کاٹے؟ آپ نے کہا ایک مٹھی داڑھی سے جو فاضل ہو کاٹے۔ میں نے کہا:” تو نبی کریم ﷺ کی حدیث” أحفواالشوارب وأعفوا اللحى ‘‘ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے کہا: داڑھی کی لمبائی سے اور حلق کے نیچے سے کاٹے گا، اور میں نے ابوعبداللہ کو دیکھا کہ وہ دونوں رخساروں سے اور حلق کے نیچے سے کاٹتے تھے۔

كشاف القناع عن متن الاقناع ۱/ ۷۵، اورالانصاف فی معرفة الراجع من الخلاف ۱/ ۱۲۱ میں بھی امام احمد بن حنبل کا یہ عمل نقل کیا گیا ہے۔

فقہ حنبلی کی کتابوں میں یہی مسئلہ درج ہے کہ ایک مشت سے زیادہ کا کاٹ لینا مکروہ اور ناجائز نہیں ہے۔ الروض المربع میں ہے:

ولايكره أخذ ما زاد على القبضة منها وماتحت حلقه۔ [2]

ایک مشت داڑھی سے جو زائد ہو اس کا اور حلق کے نیچے کا بال کاٹنا مکروہ

---

[1] مسائل الامام احمد بن حنبل ۲/ ۱۵۱، ۱۵۲

[2] الروض المربع بشرح زاد المستقنع ۱/ ۲۰

نہیں ہے۔

الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف میں ہے:

ولا یکرہ أخذ ما زاد علی القبضة۔[1]

ایک مشت سے زائد کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

دیگر کتب حنابلہ ''الاقناع''، ''شرح منتھی الارادات''، ''غذاء الألباب''، ''دلیل الطالب لنیل المطالب' اور ''منار السبیل'' میں بعینہٖ یہی مسئلہ درج ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک ایک مشت سے زائد داڑھی کے بال کترنے سے کوئی شخص تارک سنت نہیں ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الجوزی حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ) کے نزدیک تو زیادہ طول لحیہ ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ ''غذاء الألباب''(۱/۳۷۶) کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

جمہور کی تائید میں روایتیں

دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ایک مشت سے زائد کی اصلاح کے لیے ''مردود سے مردود روایت بھی موجود نہیں، یہ محض کٹھ ملاؤں کا اختراع اور بے خبر لوگوں کا بہتان ہے'' اس دعویٰ کو مردود ثابت کرنے کے لیے کچھ روایتیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

---

[1] الانصاف ۱/۱۲۱

مرفوع

عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبی ﷺ کان یأخذ من لحیته من عرضها و طولها۔[1]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹتے تھے۔

اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ العقیلی نے ''کتاب الضعفاء الکبیر'' ۱۹۵/۳ میں، ابن عدی نے ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' ۱۶۸۹/۵ میں ابوالشیخ نے اخلاق النبی ﷺ ص ۲۳۶ میں امام بیہقی نے شعب الایمان ۴۱۶/۸ میں اور ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' ۲۲۹/۳ میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی سند پر دو اعتراضات کیے جاتے ہیں ایک یہ ہے کہ عمرو بن شعیب راوی بہت ضعیف ہے، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کی سند میں عمر بن ہارون ہے جو متروک ہے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے تو وہ درست نہیں ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض کے نزدیک ضعیف ہے، یا بعض لوگ اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے صرف بعض کی تضعیف کی وجہ سے کسی راوی کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

وہ راوی جس سے ابن جریج، عطاء بن ابی رباح اور زہری جیسے محدثین روایت کرنے کو فخر محسوس کرتے ہوں اور امام احمد بن حنبلؒ، علی بن عبداللہ (بن المدینی) اور اسحاق بن ابراہیم، جیسے اہلِ علم جس کی حدیث سے استدلال کرتے ہوں اور جس کو ابن معین، اور صالح جزرہ جیسے لوگوں نے ثقہ کہا ہو بھلا ایسے راوی

---

[1] جامع الترمذی مع التحفہ ۱۱/۴

کو ''بہت ضعیف'' کہہ کر کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی '' تهذيب التهذيب ''میں عمرو بن شعیب کے بارے میں امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں:

رأيت أحمد بن حنبلؒ وعلى بن المدينی واسحاق بن راهويه وأبا عبيدة وعامة أصحابنا يحتجون بحديث عمروبن شعيب عن أبيه عن جده، ما تركه أحد من المسلمين قال البخاری: من الناس بعدهم۔[2]

میں نے احمد بن حنبلؒ علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ، ابوعبیدہ اور اپنے عام اصحاب کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی سند والی حدیث کو حجت مانتے ہیں، اس کو کسی مسلمان نے ترک نہیں کیا۔ امام بخاری مزید کہتے ہیں کہ بھلا ان کے بعد کون لوگ ہیں (جن کا قول ان کے مقابلے میں قابل اعتناء ہو)

امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے عمرو بن شعیب کی سند کو حسن کی اعلیٰ درجہ کی سند قرار دیا ہے، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

فأعلى مراتب الحسن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده وعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده۔[3]

حسن کے اعلیٰ درجہ کی سند بهزبن حكيم عن أبيه عن جده اور عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ہے۔

انہی مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر اکثر محدثین نے ان کی حدیث کو حجت مانا ہے، اصول حدیث کے امام ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) اس حقیقت کو یوں واشگاف کرتے ہیں:

---

[1] دیکھیے التاریخ الکبیر للبخاری ۳۴۲/۶، ومیزان الاعتدال للذہبی ۲۶۳/۳

[2] تہذیب التہذیب ۴۴/۸ دار الفکر

[3] الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث للامام الذہبی ص ۳۲ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب

وقد احتج أكثر أهل الحديث بحديثه۔[1]

اکثر محدثین نے ان کی حدیث کو حجت مانا ہے۔

محمد بن علان صدیقی شافعی (متوفی ۱۰۵۷ھ) لکھتے ہیں:

وقد اختلف الحفاظ فی الاحتجاج بنسخة عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده والراجح الاحتجاج بها مطلقاً۔[2]

حفاظ حدیث نے عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده کے نسخہ میں اختلاف کیا ہے، راجح اس سے مطلقاً حجت پکڑنا ہے۔

ابن عبدالہادی حنبلی (متوفی ۷۴۴ھ) کی رائے بھی کوئی مختلف نہیں ہے چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

هو ثقة محتج به عند الجمهور۔[3]

ابن القیم حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

الجمهور یحتجون به وقد احتج به الشافعی فی غیر موضع واحتج به الأمة کلهم فی الدیات۔[4]

جمہور ان سے استدلال کرتے ہیں شافعیؒ نے متعدد مواقع پر ان سے استدلال کیا ہے اور دیت کے مسائل میں تو سارے ائمہ نے انہیں حجت مانا ہے۔

رہا مسئلہ عمر بن ہارون (متوفی ۱۹۴ھ) کا متروک ہونا تو امام نسائی وغیرہ نے ایسا کہا ہے یہ فیصلہ جمہور اہل فن کا نہیں ہے، بقول ترمذی امام بخاری اس راوی کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور انہوں نے اس کی توثیق کرتے ہوئے ''مقارب الحدیث'' کہا ہے اور لفظ توثیق کے الفاظ میں چوتھے درجہ پر آتا

---

[1] علوم الحدیث لابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح ص ۳۰۲، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ

[2] دلیل الفالحین ۱۳۳/۲

[3] المحرر فی الحدیث ۵٤۸/۲

[4] تهذیب الامام ابن قیم الجوزیه ۳۷٤/٦

ہے، جیسا کہ عراقی نے لکھا ہے۔[1]

امام بخاری کے علاوہ قتیبہ نے بھی اس کی مدح سرائی ہے اور ابو عاصم کہتے ہیں'' عمر عندنا أحسن أخذاً للحديث من ابن المبارك '' ہاں اکثر ائمہ فن کے جرح کرنے کی وجہ سے اسے ضعیف کہہ سکتے ہیں لیکن ضعیف کا متروک الحدیث کا ہونا لازمی نہیں، نیز کسی کو متروک قرار دینے کے لیے تمام ائمہ فن کا اتفاق بھی ضروری ہے، ابن الصلاح اپنی کتاب علوم الحدیث میں اس سے متعلق ایک ضابطہ نقل کرتے ہیں کہ:

لا يترك حديث رجل حتى يجتمع الجميع على ترك حديثه قد يقال فلان ضعيف فأما أن يقال فلان متروك فلا، الا أن يجمع الجميع على ترك حديثه۔[2]

کسی شخص کی حدیث ترک نہیں کی جائیگی۔ یہاں تک کہ اس پر سب کا اتفاق ہو جائے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں ضعیف ہے لیکن یہ کہا جائے کہ فلاں متروک ہے، تو ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے جب تک کہ اس پر سب کا اتفاق نہ ہو جائے۔

مذکورہ قاعدے کو مد نظر رکھتے ہوئے عمر بن ہارون کو متروک کہنا زیب نہیں دیتا، کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے اسے متروک الحدیث قرار نہیں دیا ہے، البتہ امام بخاری نے عمر بن ہارون کو زیر بحث حدیث کی روایت میں منفرد قرار دیا ہے، لیکن ابن عدی کی تحقیق اس سے مختلف ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

وقد روی هذا عن اسامة غیر عمر بن هارون ۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو التقیید والایضاح ص ۱۳۶

[2] علوم الحدیث ص ۱۳۶

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ۵/۱۶۸۹

عمر بن ہارون کے علاوہ دوسرے نے بھی اسامہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

اس کا مطلب یہی ہوا کہ عمر بن ہارون کا اسامہ سے روایت کرنے میں ایک متابع ہے، جس کی وجہ سے تفرد کالعدم ہوگیا، اور اصول حدیث کی روے سے ضعیف حدیث جب دوسرے طریق سے بھی آئے خواہ وہ طریق ضعیف ہی کیوں نہ ہوتو تقویت حاصل کر کے حسن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، ابن حجر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واذا جاء الخبر من طريقين كل منهما ضعيف قوى أحد الطريقين بالآخر۔ [1]

جب خبر دو طریق سے آئے اور ان میں سے ہر ایک ضعیف ہو تو ایک کو دوسرے سے مل کر تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

ان الحديث اذا تعددت طرقه يقوى بعضهما ببعض واذا قوى كيف بحسن أن يطلق عليه أنه مختلق۔ [2]

حدیث جب کئی طریق سے آئے تو بعض کو بعض سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور جب تقویت حاصل ہوگئی تو ایسی حدیث کو جعلی اور موضوع قرار دینا کیسے زیب دے گا۔

بعض اہل قلم زیر بحث حدیث کو ابن الجوزی اور البانی کی تقلید میں (حالانکہ دونوں مطلق ارسال لحیہ کے قائل نہیں) موضوع قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں اور اسے افسانہ جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ محققین اہل فن کے نزدیک جامع ترمذی میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے، ابن الجوزی نے جامع

۱، ۲ اجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن احادیث المصابیح ص ۱۷۸۳، ۱۷۷۸ (مع المشکوٰۃ)

ترمذی کی جن ۲۳/ احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، حافظ سیوطی نے اپنی کتاب ''القول الحسن فی الذب عن السنن'' میں ان کا دفاع کیا ہے، حافظ سیوطی کے موقف کی تائید کرتے ہوئے صاحب تحفۃ الاحوذی مقدمہ میں ''الفصل السادس فی بیان أنہ لیس فی جامع الترمذی حدیث موضوع'' کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:

والتحقیق أنها لیست بموضوعۃ۔[1]

تحقیق یہ ہے کہ وہ احادیث موضوع نہیں ہیں۔

اس لیے جو بات تحقیق سے پرے ہے وہ قابل توجہ نہیں ہے، ویسے ابن الجوزی کا محدثین میں شہرۂ عام ہے کہ کسی حدیث پر نسخ یا وضع کا حکم لگانے میں بڑے جرأتمند واقع ہوئے ہیں، ابن الجوزی کے مذکورہ اسلوب تحقیق سے محدثین نے عدم موافقت کا اظہار کیا ہے۔ ابن الصلاح ،نووی، زین الدین عراقی، بدرالدین بن جماعہ،صلاح الدین علائی ،زرکشی اورمزی وغیرہ نے ابن الجوزی پر جونکتہ چینی کی ہے اس کی ایک جھلک سیوطی کی کتاب ''نشر العلمین المنیفین'' میں اہل علم دیکھ سکتے ہیں۔[2]

رہا اعتراض متن حدیث پر کہ وہ حدیث ''أعفوا اللحی'' کے منافی ہے تو اس کے جوابات صاحب فتح القدیر ابن الہمام ،محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی، ابن حجر عسقلانی، علامہ طیبی ،بشمول تمام شارحین المصابیح ،عبدالرؤف مناوی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی زبانی گزر چکے ہیں، جو طالب حق کے لیے انشاء اللہ کافی ہیں۔

---

[1] مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۸۰

[2] ملاحظہ ہو الرسائل التسع للسیوطی ص ۲۱۶، ۲۲۰

مرسل

صاحب سنن امام ابو داؤد نے المراسیل میں ایک حدیث مجاہدؒ (متوفی ۱۰۳ھ) سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

عن مجاهد رأى النبى ﷺ رجلا طويلا اللحية فقال: لم يشوه أحدكم بنفسه؟ قال ورأى رجلا ثائر الرأس يعنى شعثاً فقال أحسن الى شعرك أو احلقه۔[1]

مجاہد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لمبی داڑھی والے کو دیکھا تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی شکل وصورت کیوں بگاڑ لیتا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بال کے ساتھ اچھا سلوک کرو یا اسے منڈ واڈالو۔

حدیث کے پہلے جزء سے بظاہر یہی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ لمبی داڑھی پسند نہیں تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے جو مسند ابی حنیفہ اور جامع المسانید میں مذکور ہے، جو اس سے پہلے گزر چکی۔

موقوف

امام مالکؒ نے عبداللہ بن عمر کا اثر روایت کیا ہے، عبداللہ بن عمر جن کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ صحابہ میں سب سے زیادہ سنن رسول کو نگاہ میں رکھنے والے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔[2]

نافع کہتے ہیں کہ اگر تم ابن عمر کو آثار رسول ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے

---

[1] المراسیل ص ۲۱۷

[2] مشاہیر علماء الامصار ۱۶۔۱۷

دیکھ لوتو ان کو کہو کہ یہ مجنوں ہیں، سنت رسول کے اس عاشق زار کے متعلق امام مالکؒ یہ نقل کرتے ہیں:

ان عبد الله بن عمرؓ کان اذا حلق فی حج أو عمرة أخذ من لحيته و شاربه۔[1]

ابن عمرؓ حج یا عمرہ کے موقع پر بال منڈواتے تھے تو داڑھی اور مونچھ سے بھی کاٹتے تھے۔

یہ اثر مروجہ دونوں موطا میں مذکور ہے، امام بخاری نے ابھی اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے، امام طحاوی نے سنداً ذکر کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ماتحت القبضة۔[2]

وہ یعنی ابن عمرؓ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر مٹھی کے نیچے کے زائد بال کو کترتے تھے۔

امام ابوداؤد نے جابر بن عبداللہ کا اثر ذکر کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں:

كنا نعفى السبال الا فى حج أو عمرة۔[3]

ہم داڑھی بڑھاتے تھے لیکن حج اور عمرہ کے موقع پر۔

یعنی حج وعمرہ کے موقع پر ایک مشت سے زائد بال کترواتے تھے یہ روایت بظاہر اثر ہے، لیکن اصول حدیث کی رو سے یہ مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے، ظاہر یہی ہے کہ عہد نبوی کا واقعہ ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی تائید حاصل تھی۔

ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہؓ کا اثر ذکر کیا ہے کہ:

---

[1] موطا امام مالک ص ۲۷۴، موطا امام محمد ص ۲۱۵

[2] جامع المسانید ۲/۳۰۹

[3] مختصر السنن ۶/۱۰۳

كان أبو هريرة يقبض علىٰ لحيته فياخذ ما فضل عن القبضة۔[1]

ابو ہریرہؓ اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اور اس سے جو فاضل ہوتی کاٹ لیتے۔

اثر تابعی

امام مالکؒ نے سالم بن عبداللہ کا اثر بلاغ کے طور پر نقل کیا ہے، یعنی ان سے براہ راست روایت نہیں کیا ہے، لیکن محققین کے نزدیک یہ متصل سند سے ثابت ہے، سالم کا اثر موطا میں اس طرح مذکور ہے:

عن مالك أنه بلغه أن سالم بن عبد الله كان اذا اراد أن يحرم دعا بالجلمين فقص شاربه وأخذ من لحيته قبل أن يركب وقبل أن يهل محرماً۔[2]

امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سالم بن عبداللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو احرام باندھ کر سوار ہونے اور تلبیہ کہنے سے پہلے قینچی منگا کر اپنی مونچھ اور داڑھی کا بال کترتے۔

سالم بن عبداللہ کے اس اثر پر ابن عبدالبر القرطبی متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں: وفيه أنه جائز أن يأخذ الرجل من لحيته۔[3]

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کا اپنی داڑھی سے کچھ کاٹنا جائز ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ

اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث ہوتے ہوئے صحابی یا تابعی کا قول وفعل مردود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس وقت ہے جب کہ صریح حدیث کی مخالفت ہوتی ہو، عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کے فعل اور حدیث مرفوع میں کوئی تعارض

---

[1] دیکھیے نصب الرایہ ۲/۴۵۸

[2] موطا امام مالک ص ۲۷۴

[3] الاستذکار ۴/۳۱۸ دار الکتب العلمیۃ

نہیں ہے، صحابہ نعوذ باللہ دین میں اختراع کرنے والے یا سنت رسول کے خلاف چلنے والے نہیں تھے، ان کا قول وعمل سنت رسول ہی سے ماخوذ ہوتا تھا، بالفاظ دیگر صحابہ کے اقوال وافعال سنت رسول کی تشریح کا مقام رکھتے ہیں جس طرح سنت قرآن کی تفسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جنہوں نے برصغیر ہندوستان میں علم حدیث کی شجرکاری کی اور جنہیں نواب صدیق حسن خاں نے **الشیخ الأجل والمحدث الاکمل** [1] جیسے خطابات سے نوازا ہے، المصفی کے مقدمہ میں جو المسوی کے ساتھ عربی میں ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے لکھتے ہیں:

ولا یوجد فیہ موقوف صحابی أو أثر تابعی الا لہ مأخذ من الکتاب والسنۃ۔ [2]

مؤطا میں کسی صحابی کی جو موقوف روایت یا کسی تابعی کا اثر ہے، وہ کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہے۔

امام مالکؒ ابن عمرؓ کا اثر اسی لیے نقل کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۶۰ رسال تک زندہ ہے، وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے امور سے زیادہ واقف تھے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ابن شہاب کہتے ہیں کہ تم ابن عمرؓ کی رائے سے ہرگز نہ ہٹنا، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ۶۰ رسال تک زندہ رہے۔ اس لیے ان سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا کوئی امر مخفی نہیں رہا۔ [3]

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ابن عمرؓ نے جو عمل کیا ہے وہ بالکل منشاء رسول کے مطابق ہے، انہوں نے سنت رسول کی مخالفت ہرگز نہیں کی ہے، اگر صحابہؓ ان کے فعل کو خلاف سنت تصور کرتے تو ضرور ان کو تنبیہ کرتے لیکن اس قسم کی کوئی بات

---

[1] دیکھئے الحطۃ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۱۴۶۔
[2] مقدمہ المصطفیٰ مع المسوی ص ۲۴
[3] مقدمہ المصفی مع المسوی ص ۳۲

کتب حدیث میں مذکور نہیں ہے، ابن عمرؓ وغیرہ کے تعامل و دیگر صحابہؓ کے سکوت فرمانے سے حدیث مرفوع کا یہ مفہوم متعین کیا جا سکتا ہے کہ داڑھی کی حد کم از کم ایک مشت ہے اور یہ کہ اس سے زائد کٹوانے میں کوئی مضایقہ نہیں۔

اسی لیے ابن حجرؒ وغیرہ حدیث مرفوع اور فعل ابن عمرؓ میں تضاد کے قائل نہیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ابن عمرؓ کے اثر پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ظاہر ہے کہ اول تو ابن عمرؓ جیسے فانی فی الاتباع اور گرویدۂ اتباع سنت سے یہ بعید ہے کہ وہ اس مقدار کے بارے میں اتباع سنت سے کام نہ لیتے ہوں، پھر جب کہ داڑھی رکھنے کی حدیث (أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی) مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، کے راوی بھی خود عبداللہ بن عمرؓ ہی ہیں تو اس سے صرف یہی واضح نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک داڑھی تراشنے کی حد مقدار قبضہ تھی اور داڑھی کی اس مقدار کا ان کے نزدیک باقی رکھنا ضروری تھا۔ بلکہ غور کیا جائے تو ان کا یہ فعل حدیث مرفوع کا بیان بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ جب کوئی راوی پیغمبر کے کسی فعل کو علی الاطلاق روایت کرے، جس میں کوئی قید مذکور نہ ہو اور پھر اس کے اتباع میں جب خود عمل کرنے پر آئے تو حدود و قیود کی رعایت رکھ کر عمل کرے تو یہ اس کی دلیل ہوسکتی ہے کہ اس کے نزدیک پیغمبرؐ کے فعل میں بھی یہ قید ملحوظ تھی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ پیغمبرؐ کے کسی فعل پر جو بلا قید شروط ثابت ہو کوئی صحابی اور وہ بھی ابن عمرؓ جیسا فانی فی الاتباع صحابی اپنی طرف سے کسی قید کا اضافہ کردے۔ پس عبداللہ بن عمرؓ کے اس فعل سے کہ وہ مقدار قبضہ سے زائد داڑھی کٹوا دیتے تھے، مقدار قبضہ کا ان کی سنت ہونا تو صراحتاً ثابت ہوتا ہے، خود حضور ﷺ کی سنت ہونا بھی دلالتاً ثابت ہوجاتا ہے، ورنہ از خود محض اختراعی طور پر فعل نبوی میں کسی قید کا اضافہ ابن عمرؓ کی جرأت نہیں ہوسکتا تھا، اس سے صاف طور پر نمایاں ہوجاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جیسے داڑھی رکھنے اور بڑھانے میں حضور کے متبع تھے ویسے ہی داڑھی کی مقدار قبضہ کے بارے میں

حضور ہی کے متبع تھے اور یہ مقدار خود ان کی اختراع کردہ نہیں تھی، اگر حضور کا اس پر عمل نہ دیکھتے تو اسے اپنی سنت نہ ٹھہراتے، پس اور بھی کچھ نہیں تو کم از کم اس حدیث کی رو سے مقدار قبضہ کا سنت صحابی ہونا بلاشک وشبہ ثابت ہو جاتا ہے“ ۱؎

یہ صحیح ہے کہ صحابہ سے لغزش ممکن تھی، جیسا کہ امام الحرمین عبد الملک جوینیؒ (متوفی ۴۷۸) نے لکھا ہے:

”لا یعصم واحد من الصحابة عن زلل“ ۲؎

کوئی صحابی لغزش سے معصوم نہیں ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسی صحابی پر دیدہ دلیری کے ساتھ مخالفت رسول کا الزام چسپاں کر کے اپنا مدعا ثابت کیا جائے۔

رہا مسئلہ، منقطع اور بلاغات کا تو امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نیز اکثر تابعین کے نزدیک مرسل اور منقطع روایات عمل کے لیے حجت ہیں، خطیب بغدادیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اہل عراق مراسیل اور بلاغات کو حجت مانتے ہیں۔

مزید دلائل فتاویٰ ثنائیہ کی روشنی میں

فتاویٰ ثنائیہ جماعت اہل حدیث کی اہم اور معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے، اس کتاب میں داڑھی سے متعلق کئی فتوے شامل کیے گئے ہیں، جو امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے مسلک ہی کے موافق ہیں، لیجئے ذیل میں تین فتوے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا فتویٰ:

فتاویٰ ثنائیہ ج ۲/ص ۱۳۶/ پر داڑھی سے متعلق ایک استفتاء ہے جس کا

۱؎ داڑھی کی شرعی حیثیت ص ۶۲، ۶۳ مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی

۲؎ کتاب الارشاد إلی قواطع الادلہ ص ۳۶۶

جواب یوں مذکور ہے:

''اس بارے میں دو حدیثیں مختلف آئی ہیں، ایک میں تو فرمایا داڑھی بڑھاؤ، دوسری میں حضرت کا اپنا فعل ہے، داڑھی کے اردگرد سے بڑھے ہوئے بال کٹا لیا کرتے تھے، اس لیے تطبیق یہ ہے کہ ساری رکھنی مستحب ہے، اور ایک مشت کے برابر رکھ کر باقی کٹا لینا جائز ہے''۔

شیخ الحدیث مولانا شرف الدین دہلویؒ نے مذکورہ بالا مدعا ثابت کرنے کے لیے صحیح بخاری اور فتح الباری سے دلیلیں پیش کی ہیں نیز موطا امام مالک والی روایت نقل کی ہے اور ''نیل الاوطار'' سے قاضی عیاضؒ کا قول نقل کر کے رقم طراز ہیں:

''حاصل یہ ہے کہ سلف صالح، جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے نزدیک ایک مشت تک داڑھی بڑھنے دینا حلق وقصر وغیرہ سے اس کا تعارض نہ کرنا واجب ہے کہ اس میں اتباع سنت اور مشرکین کی مخالفت ہے اور ایک مشت سے زائد کی اصلاح جائز ہے اور بافراط شعر لحیہ وتشوہ وجہ وصورت، وتشبہ بہ بعض اقوام مشرکین ہندو وسادھو، سکھ وغیرہ جن کا شعار باوجود افراط شعر لحیہ عدم اخذ ہے، قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے، ورنہ مشرکین کی موافقت سے خلافِ سنت بلکہ بدعت ثابت ہوگی، جس کا سلف صالحین میں سے کوئی قائل نہیں''۔[1]

مولانا تحقیق کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے:

''پس افراط شعر کی صورت میں قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے،'' کما تقدم، ھذا ھوا الصدق والصواب واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم''۔[2]

دوسرا فتویٰ:

ص ۱۲۳ پر ایک استفتاء ''داڑھی مسلمان کو کس قدر لمبی رکھنے کا حکم ہے؟''

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۳۸ [2] فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۳۹

کے جواب میں مرقوم ہے:

''حدیث میں آیا ہے داڑھی بڑھاؤ، جس قدر خود بڑھے، ہاتھ کے ایک قبضے کے برابر رکھ کر زائد کٹوا دینا جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک قدرتی گول تھی، تاہم اطراف وجوانب طول وعرض سے کسی قدر کاٹ چھانٹ کر دیتے تھے'' ۱؎

مولانا عبدالوہاب آرویؒ نے جو محتاج تعارف نہیں اس موضوع پر عالمانہ تشریحی نوٹ قلمبند کیا ہے اور اعفاء لحیہ سے متعلق احادیث نقل کر کے ترجمہ کیا ہے، اور عمل صحابہؓ سے متعلق ابن حجرؒ کی شرح نخبۃ الفکر اور سیوطی کی تدریب الراوی سے عبارتیں نقل کر کے ان کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے:

''دونوں عبارتوں کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب کسی صحابی سے کوئی ایسا امر ثابت ہو جس کی بنا عموماً صرف عقل ہی پر نہ ہوا کرتی ہو اور نہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے، اور صحابی کی عادت اسرائیلیات روایت کرنے کی بھی نہیں ہے تو وہ امر حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے'' ۲؎

اس کے بعد عبداللہ بن عمر کا اثر صحیح بخاری اور موطا سے نقل کر کے ترجمہ کیا ہے اور حدیث ابن عمر اور ان کے عمل کے تضاد کی اس تطبیق کو جو ابن حجر نے کی ہے نقل کیا ہے۔

پھر اس کے بعد تنبیہ کے طور پر تحریر کرتے ہوئے محدثین کا اختلاف نقل کیا ہے اور یہ فیصلہ سنایا ہے کہ مٹھی سے زیادہ کا کٹوانا اکثر علماء کا مذہب ہے:

''اس فیصلہ میں حضرات محدثین کرام میں اختلاف ہے، فریق اول کے نزدیک کسی حالت میں کٹوانا جائز نہیں ہے اور اس کے بہت تھوڑے لوگ قائل ہیں انہیں میں سے امام غزالیؒ ہیں اور امام نوویؒ کا رجحان بھی یہی ہے، فریق ثانی

۱؎ فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۲۳

۲؎ فتاویٰ ثنائیہ ج ۲، ص ۱۲۵

کے نزدیک حج وعمرہ کے زمانے میں کٹوانا مستحب ہے، اس کے قائل امام شافعی وغیرہ ہیں، فریق ثالث جب کبھی داڑھی کے بال بکھر جائیں اور داڑھی ایک مٹھی سے بڑی ہو، اس وقت داڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر زیادہ کو کٹوانا جائز ہے، اس کے قائل حسن بصریؒ، عطاءؒ، قاضی عیاضؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان بھی اس طرف ہے، اور یہی مذہب اکثر علماء کا ہے، بموجب تحریر استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے، چنانچہ شاہ صاحب ممدوح شرح موطا کے حاشیے[1] میں عبداللہ بن عمرؓ کے اثر کے تحت فرماتے ہیں: ''وعلیه اهل العلم''[2]

تیسرا فیصلہ کن فتویٰ:

فتاویٰ ثنائیہ جلد۲ صفحہ ۱۲۷ پر مولانا عبدالجبار غزنویؒ کا ایک فتویٰ مرقوم ہے اور اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا غزنوی) کا یہ فتویٰ اس مسئلے میں قول فیصل کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔

استفتاء کی عبارت:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ داڑھی کو ایک مشت سے کم کرنے والا تارکِ سنت ہے یا نہیں؟ بینوا تؤجروا۔

اس کے جواب میں مولانا غزنویؒ فرماتے ہیں:

''داڑھی اگر قبضہ سے زائد ہو اس کا کتروانا جائز ہے، صحیح بخاری میں ہے:

''وكان ابن عمرؓ اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذها''

اس کے بعد فتح الباری اور موطا امام مالکؒ سے ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ اور سالم بن عبد اللہؒ کے آثار بطور شواہد نقل کر کے اس نتیجے پر پہنچے:

''اس سے معلوم ہوا کہ شوال اور ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحجہ تک نہیں

---

[1] دیکھئے المسوی ج ۱ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیة

[2] فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۲۶، ۱۲۷

کتراتے تھے، باقی مہینوں میں قبضہ سے اگر زائد ہو جاتی تھی تو کتراتے تھے، سبب کترانے کا طول داڑھی کا ہے نہ نسک (اعمال حج) کیونکہ '' أخذ من اللحية '' (داڑھی کا کٹانا) کسی اہل علم کے نزدیک نسک سے نہیں ہے، سر کے بالوں کا حلق اور قصر بلاشک نسک سے ہے، زیادہ طول لحیہ بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں۔[1] کالقاضی عیاض وغیرہ، مگر حدیث صحیح '' أعفوا اللحی '' سے ثابت ہے۔ مکروہ نہیں ہے، اور قبضہ سے زائد کترانا منافی اعفاء کا نہیں ہے، اگرچہ کامل اعفاء طول میں ہے''۔[2]

اس کے بعد الاستذکار لابن عبد البر سے ایک روایت نقل کر کے اپنا مذکورہ بالا مدعا ثابت کیا ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ کے فتووں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ جماعت کے بزرگوں کے فتوے عام طور سے جمہور کے مسلک کے مطابق ہیں، اور جماعت سے وابستہ علماء وعوام نے اسی کو اختیار کیا ہے، جس کا اعتراف ایک مؤلف کی زبانی یوں کیا گیا ہے:

> ''اور آج بھی تقصیر لحیہ کا مسئلہ عام طریقے سے حنفی مذہب میں پایا جاتا ہے، اگرچہ عام عامل بالکتاب والسنة کے علماء اور عوام میں بھی یہ مسئلہ صحیح سمجھا جاتا ہے''۔[3]

---

[1] امام مالک زیادہ طول لحیہ کو مکروہ تصور کرتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

[2] فتاویٰ ثنائیہ ج ۲، صفحہ ۱۲۷، ۱۳۰

[3] السنة الصحيحة في مسئلة اللحية ص ۸۸ ناشر محمد سعید باقرین

شیخ البانی کا نقطہ نظر

شیخ محمد ناصر الدین البانی ۱؎ جو جماعتِ اہلِ حدیث کے روحِ رواں اور احیاء سنت کے علمبردار تصور کیے جاتے ہیں، گو کہ انہوں نے عمرو بن شعیب والی حدیث کو ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع قرار دیا ہے،۲؎ تاہم وہ اس مسئلے میں جمہور ہی کے ساتھ ہیں۔

شیخ کے مسلک کی عکاسی ان کی کتاب ''تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة'' سے ہوتی ہے، انہوں نے سید سابق کی عبارت ''فلا تقصر تقصیراً یکون قریباً من الحلق ولا تترك حتی تفحش'' پر کوئی نقد نہیں کیا ہے، تمام المنة کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، ایک آج سے ۳۸ رسال قبل ۱۳۴۷ھ میں دوسرا ۱۴۰۸ھ میں، تیسرا ۱۴۰۹ھ میں، اگر سید سابق کی مذکورہ عبارت سے اتفاق نہ ہوتا تو اس طویل عرصے میں ضرور اپنے سہو کا تدارک کر لیتے۔

نیز شیخ البانی نے یوسف قرضاوی کی عبارت'' ولیس المراد باعفائها ألا یأخذ منها شیئا أصلا ''۳؎ پر اپنی کتاب'' غایة المرام

۱؎ شیخ علوم حدیث پر کافی عبور رکھتے ہیں لیکن جیسا کہ مقولہ ہے ''لکل جواد کبوة ولکل عالم هفوة'' احادیث کی تحقیق میں ان سے تسامحات بھی ہوئے ہیں جن کی نشاندہی اہل علم نے کردی ہے، اس سلسلے میں علامہ حبیب الرحمٰن الاعظمی کی ''ألألبانی شذوذه وأخطاؤه'' شیخ محمد سعید ممدوح کی ''تنبیه المسلم الی تعدی الألبانی علی صحیح مسلم'' شیخ حمود بن عبد اللہ التویجری کی '' الصارم المشهور علی أهل التبرج والسفور'' اور شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری کی'' اباحة التحلی بالذهب المحلق للنساء'' اہمیت کی حامل ہیں، آخر الذکر کتاب سعودی حکومت کے ادارے دار الافتاء کی طرف سے مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ شیخ البانی ۱۹۹۹ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۲؎ دیکھئے سلسلة الاحادیث الضعیفه حدیث نمبر ۲۸۸، وغایة المرام حدیث نمبر ۱۱۰۔

۳؎ الحلال والحرام ص ۹۱

في تخريج أحاديث الحلال والحرام ''میں کوئی نقد نہیں کیا ہے، اس کتاب کے بھی ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اب اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ شیخ نے سید سابق اور یوسف قرضاوی کی مذکورہ بالا عبارتوں سے صدفی صد متفق ہو کر جمہور کے موقف کی تائید کی ہے۔

دریں اثناء شیخ البانی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا، میں نے فقہ السنہ اور الحلال والحرام کی مذکورہ عبارتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے ان کو لکھا تھا:

"ويبدو من صنيع فضيلتكم في "غاية المرام" و "تمام المنة" أنكم تميلون الى جواز الأخذ مما زاد على القبضة من اللحية، آمل من فضيلتكم التوضيح حول هذا الموضوع بكلمة موجزة"

شیخ نے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس سے ان کے بعض معتقدین ومریدین کے دل ودماغ میں مسئلے سے متعلق گردش کرتے ہوئے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جانا چاہیے، بشرطیکہ ان کے حواس غایت تعصب کی بنا پر از کار رفتہ نہ ہو گئے ہوں، بہر کیف شیخ کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ:

ان کے نزدیک داڑھی کی حدّ شرعی کم از کم ایک مشت ہے، اس سے کم نہیں کرنا چاہیے، البتہ اس سے زائد کا کاٹنا جائز ہے، اس مسلک کو اختیار کرنے کی دو وجہیں بتائیں۔

۱۔ سلف صالحین یعنی صحابہؓ وتابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ خصوصاً امام السنہ احمدؒ سے کاٹنا منقول ہے، نیز حدیث اعفاء لحیہ مطلق نہیں ہے، اگر مطلق ہوتی تو خود اس حدیث کے راوی ابن عمرؓ وابو ہریرہؓ اس کے خلاف عمل نہ کرتے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام سے فعلاً وقولاً اس کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی سے بال نہیں لیتے تھے۔ ان کے پاس سوائے ظن وتخمین اور کچھ نہیں، بالفاظ دیگر اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

نیز شیخ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ احادیث کے ایسے عمومی معنی کو اختیار کرنا جس کے بعض اجزاء پر عمل درآمد نہ ہو یہ سنت نہیں ہے، بلکہ ساری بدعتوں کی جڑ ہے، کیونکہ اہل بدعت اپنی بدعات وخرافات کو جائز وبرحق ثابت کرنے کے لیے نصوص عامہ ہی کا سہارا لیتے ہیں، اہل علم کی معلومات کے لیے خط کا مکمل متن پیش ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الى الأخ الفاضل حفظ الرحمن الأعظمى الندوى حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاتهٗ

جواباً علىٰ رسالتكم بخصوص ما ورد فى كتابى " الحلال والحرام" و" فقه السنة" حول مسألة الأخذ من اللحية أقول:لا أو افق على ما جاء فى الكتابين المذكورين لما فيهما من الاطلاق، انما أذهب الى ما أشرتم اليه من الأخذ مازادعلى القبضة وذلك لأمرين:

١۔ تتابع الأخبار عن السلف صحابة و تابعين وأئمة مجتهدين وبخاصة امام أهل السنة أحمد على الأخذ وفى الصحابة وأبوهريرة وهما من رواة الأمر، باعفاء اللحية، فلو كان الحديث على اطلاقه ماخالفوا اطلاقه كما يزعم بعض المتأخرين۔

٢۔ عدم ورود ما ينافى ذلك عن النبى ﷺ وأصحابه فعلاً بله قولا، وما يقوله بعضهم ان النبى ﷺ كان لا يأخذ من لحيته، ان يظنون الا ظناً وما هم بمستيقنين، وبعبارة أخرى لا أصل لذلك رواية، وقد يتمسكون بعموم قوله ﷺ" وأعفوا اللحى " وقد ثبت لدى يقيناً لاريب فيه أن الأخذ بالعمومات التى لم يجر العمل بها أعنى ببعض أجزائها ليس من السنة،بل

هو أصل كل البدع التى يسميها الامام الشاطبى بالبدع الاضافية، فما من بدعة منها الا ويركن المبتدعون الى النصوص العامة ويكون جواب أهل السنة حقاً، لو كان خيراً لسبقنا السلف اليه۔

فهذا هو الحق ما به خفاء

فدعنى عن بنيات الطريق

وفى هذا بلاغ وكفاية بالنسبة اليكم ان شاء الله تعالىٰ والسلام عليكم ورحمة الله

أملاه

محمد ناصر الدين

عَمّان ٤/١/١٤١٢هـ

اگر ''شیخ الکل فی الکل'' اور ''محدث مبارکپوری'' کے مقابلے میں مفتیان فتاویٰ ثنائیہ شیخ الحدیث مولانا شرف الدین دہلویؒ، مولانا عبدالوہاب آرویؒ اور مولانا ابوداؤد غزنویؒ وغیرہ ہوا ہو جاتے ہیں، اور ان کی کوئی حیثیت تسلیم نہیں جیسا کہ بعض لوگ دعویٰ کررہے ہیں تو کیا شیخ البانی بھی اسی زمرے میں شامل ہیں؟[1]

☆

---

[1] اعفاء لحیہ سے متعلق قارئین مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو مجلة الجامعة الاسلامیہ بالمدینة المنورة، العدد ۴۶ کا مطالعہ کریں جس میں فاضل محقق ڈاکٹر احمد ریان نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے:

" ان التحديد بالقبضة او ما يقاربها زيادةً و نقصاً ، هو المعيار الذى ينبغى ان يصار اليه" نیز اردو میں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے رسالے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

حرفِ آخر

گذشتہ سطور خصوصاً فتاویٰ ثنائیہ کے فتووں اور شیخ البانی کی تحقیق سے واضح ہوگیا کہ ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ وسلف صالحین مطلق ارسال لحیہ کے وجوب کے قائل نہیں تھے، اور یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ کس کا مسلک روایت ودروایت کا جامع ہے اور افراط وتفریط سے یکسر پاک۔

ناظرین آخر میں مایۂ ناز مالکی محدث وفقیہ ابن عبدالبر القرطبی (متوفی ۴۶۳ھ) کی درج ذیل فیصلہ کن عبارت پر طائرانہ نظر ڈال لیں جو مسئلہ زیر بحث میں جمہور کی ترجمانی کرتے ہوئے حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

وفی أخذ ابن عمر من آخر لحیته فی الحج دلیل علی جواز الأخذ من اللحیة فی غیر الحج لأنه لو کان غیر جائز ماجاز فی الحج لأنهم أمروا أن یحلقوا أو یقصروا اذا حلوا محلّ حجهم ما نهوا عنه فی حجهم وابن عمر رضی روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "أعفوا اللحی" و هو أعلم بمعنی ماروی، وکان المعنی عنده وعند جمهور العلماء الأخذ من اللحیة ما تطایر. [1]

اور عبداللہ بن عمر کا حج میں اپنی داڑھی کے نیچے سے بال لینا اس بات پر دلیل ہے کہ غیر حج میں بھی یہ فعل جائز ہے، کیونکہ اگر یہ (ہمہ وقت) ناجائز ہوتا تو حج میں جائز نہ ہوتا، کیونکہ صحابۂ کرام کو تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ حج سے فارغ ہوکر اپنے بال منڈوا دیں یا کترا دیں جس سے ان کو حج میں (احرام کی حالت میں) روکا گیا تھا، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "**أعفوا اللحی**" روایت کیا ہے وہ اس حدیث کا مطلب خوب جانتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور علماء کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ داڑھی سے وہ بال لیے جائیں جو پراگندہ اور لمبے ہوں۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك أشهد أن لا اله الا أنت أستغفرك وأتوب الیك.

---

[1] الاستذکار ۱۶/۱۳ دار قتیبہ للطباعۃ والنشر دمشق، بیروت۔

مراجع

نمبر شمار	کتاب	ناشر
۱	اجوبۃ الحافظ ابن حجر عن احادیث المصابیح	المکتب الاسلامی
۲	احکام اللحی فی احکام اللحی ،مولانا سلامت اللہ اعظمی	مطبوعہ ۱۳۲۲ھ
۳	احیاء علوم الدین للامام الغزالی	دار المعرفۃ
۴	اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ	دار الکتاب العربی
۵	ارشاد الساری للقسطلانی	دار الکتاب العربی
۶	الاستذکار لابن عبد البر	دار قتیبہ للطباعۃ والنشر دمشق
۷	الاستذکار لابن عبد البر	دار الکتب العلمیہ ،بیروت
۸	اشعۃ اللمعات شیخ عبد الحق الدہلوی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۹	اکمال المعلم لمحمد بن خلیفۃ الوشتانی	مطبعۃ السعادۃ
۱۰	الأم للامام الشافعی	دار المعرفۃ
۱۱	الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف	الملک سعود بن عبد العزیز
۱۲	بذل المجھود فی حل ابی داود	مطبعۃ ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۳	التاریخ الکبیر للبخاری	حیدر آباد الدکن
۱۴	تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری	ضیاء السنۃ پاکستان
۱۵	التقیید والایضاح للعراقی	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۱۶	تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ	المکتب الاسلامی
۱۷	تہذیب الامام ابن قیم الجوزیہ مع مختصر السنن	دار المعرفۃ

۱۸	تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی	دار الفکر
۱۹	جامع الترمذی مع التحفۃ	ضیاء السنۃ پاکستان
۲۰	جامع المسانید للخوارزمی	دار الکتب العلمیۃ
۲۱	الجامع المصنف لشعب الایمان للبیھقی	الدار السلفیۃ ومکتبۃ الرشید
۲۲	الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ للقنوجی	دار الکتاب العربی
۲۳	الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی	المکتب الاسلامی
۲۴	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ لابن حجر	عبداللہ ہاشم الیمانی
۲۵	دلیل الفالحین	دار الفکر بیروت
۲۶	الرسائل التسع للسیوطی	دار احیاء العلوم
۲۷	الروض المربع بشرح زاد المستقنع	دار الکتب العلمیۃ
۲۸	سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی	المکتب الاسلامی
۲۹	سنن ابن ماجہ مع شرح السندی	دار الجیل
۳۰	سنن النسائی مع شرح السیوطی والسندی	دار احیاء التراث العربی
۳۱	شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک	دار الفکر
۳۲	شرح السنۃ للبغوی	المکتب الاسلامی
۳۳	شرح الشفا للملا علی القاری	مطبعۃ المدنی القاھرۃ
۳۴	شرح صحیح مسلم للنووی	دار الفکر
۳۵	شرح مسند ابی حنیفۃ للملا علی القاری	دار الکتب العلمیۃ
۳۶	صحیح البخاری مع فتح الباری	دار المعرفۃ
۳۷	صحیح مسلم مع شرح النووی	دار الفکر

۳۸	عارضة الاحوذی لابن العربی	دارالکتاب العربی
۳۹	علوم الحدیث لابن الصلاح	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۴۰	غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام	المکتب الاسلامی
۴۱	غذاء الالباب لشرح منظومۃ الآداب	دارالعلم للجمیع
۴۲	فتاویٰ ثنائیۃ	ادارۃ ترجمان السنۃ لاہور
۴۳	الفتاویٰ الہندیۃ	داراحیاء التراث العربی
۴۴	فتح الباری لابن حجر العسقلانی	دارالمعرفۃ
۴۵	الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی	دارالشہاب القاہرہ
۴۶	فتح القدیر شرح الہدایۃ	دارصادر للطباعۃ والنشر
۴۷	فقہ السنۃ للسید سابق	دارالکتاب العربی بیروت
۴۸	الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی	دارالکتب العلمیۃ
۴۹	فیض القدیر للمنادی	دارالمعرفۃ بیروت
۵۰	القوانین الفقہیۃ لابن جزی	دارالکتب العربیۃ
۵۱	الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی	دارالفکر
۵۲	کتاب الآثار	ادارہ فکر اسلامی دیوبند
۵۳	کتاب الارشاد الی قواطع الادلۃ للجوینی	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۵۴	کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی	دارالفکر
۵۵	کشاف القناع عن متن الاقناع	مکتبۃ النصر الحدیثیۃ
۵۶	کشف الاستار عن زوائد البزار للہیثمی	مؤسسۃ الرسالۃ
۵۷	کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی	مؤسسۃ الرسالۃ

۵۸	کیمیائے سعادت مترجم	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۵۹	المحرر فی الحدیث لابن عبدالهادی	دارالمعرفة
۶۰	مختصر سنن ابی داؤد للمنذری	دارالمعرفة
۶۱	المراسیل للامام ابی داؤد	دارالقلم
۶۲	مرقاة المفاتیح للملا علی القاری	داراحیاء التراث العربی
۶۳	مسائل الامام احمد بن حنبل لابن هانی	المکتب الاسلامی
۶۴	مسند ابی عوانة	دارالمعرفة
۶۵	مسند احمد	المکتب الاسلامی
۶۶	المسوی شرح الموطا للدهلوی	دارالکتب العلمية
۶۷	مشاهیر علماء الامصار لابن حبان	دارالکتب العلمية
۶۸	مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه للذهبی	لجنة احیاء المعارف النعمانية
۶۹	المنتقی شرح موطا الامام مالک	دارالکتاب العربی
۷۰	المنهاج فی شعب الایمان للحلیمی	دارالفکر
۷۱	موطا امام مالک	دارالنفائس
۷۲	موطا امام محمد	خورشید بک ڈپو لکھنؤ
۷۳	الموقظة فی علم مصطلح الحدیث للذهبی	مکتب المطبوعات الاسلامية
۷۴	میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذهبی	دارالمعرفة
۷۵	نصب الرایة لاحادیث الهدایة	المجلس العلمی

☆

تقاریظ و تبصرے

تقریظ بقلم حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی

(صدر شعبۂ تفسیر واستاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

...... رسالہ پر نظر ڈالنے کا کسی طرح موقع نکال ہی لیا اور جب دیکھنا شروع کیا تو ختم کیے بغیر نہ رہا گیا اور ختم کرتے وقت بے اختیار جزائے خیر کی دعا نکلی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس قدر حوالے اور مراجع جمع کر دیے ہیں جو اتنے مختصر رسالے میں کم جمع کیے جاتے ہیں، پھر ہر ایک ماخذ کی مکمل نشاندہی کی ہے۔ جو آپ کے وسعتِ مطالعہ اور دیانت علمی کی آئینہ دار ہے۔

"فجزاکم اللہ خیر الجزاء"۔

راقم کی نظر میں اگرچہ یہ موضوع ایسا نہ تھا کہ اس پر اتنی محنت کی جائے یا اس کے لیے اتنے کثیر اور قوی دلائل فراہم کیے جائیں۔ (اگرچہ دوسری طرف سے رونما ہونے والے غلو جس کے وہ عادی معلوم ہوتے ہیں) سے یہ جذبہ پیدا ہو جانا بعید نہیں جو آپ کے اندر پیدا ہوا اور جس نے ایسا قیمتی مواد یکجا فراہم کروا دیا گویا اس "شر" میں اللہ تعالیٰ نے یہ "خیر" ظاہر فرما دیا جو لائق تحسین ہے۔ کیونکہ معاملہ اصلاً اولیٰ یا غیر اولیٰ کا ہے۔ (کہ داڑھی کو نہ سنوارنا یعنی ایک مشت سے زائد ہونے پر تراشنا زیادہ سے زیادہ خلافِ اولیٰ ہے معصیت وحرام نہیں) اور آج جب کہ داڑھی کتروانا بلکہ منڈوانا عام فیشن بن گیا ہے اور بہت سے دیندار بھی سنوارنے کی آڑ لے کر تقصیر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس زمانے میں داڑھی کو مطلقاً چھوڑنے والے اس جماعت میں بھی خال خال ہی نظر آتے ہیں۔" چاہے قلمی طور پر اس کے لیے کتنے مردِ میدان بنتے ہوں" تو اس مسئلے پر اتنی محنت وقوت کچھ زائد سی چیز معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا خطرہ بھی بعید نہیں ہے کہ تقصیر کے شوقین آپ کی ذکر کردہ بعض عبارات مثلاً "کان یحمل الأمر بالاعفاء علی غیر الحالة

التی تتشوہ فیھا الصورۃ'' سے یک مشت کی قید سے صرف نظر کرتے ہوئے مطلق طور پر ریش تراش لینے کی جرأت کر بیٹھیں جو ظاہر ہے کہ آپ کے مقصد کے خلاف ہوگا اور شریعت کے منشا کے بھی۔

میرے خیال میں ایسی معلومات افزا اور محنت وژرف نگاہی سے مرتب کی گئی تحریر کے لیے کسی کے مقدمہ کی ضرورت بھی نہیں کہ ''مشک آں باشد کی خود بو ید نہ کہ عطار بگوید'' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ سے بالاتر ہے کہ اس پر تعارفی تحریر لکھی جائے۔اس رسالہ کے دیکھنے سے آپ کے بارے میں حسنِ ظن میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور امیدیں قائم ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اور بہت سے اہم علمی کام لے گا۔ اللھم زد فزد۔

مولانا سنبھلی ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ داڑھی کے موضوع پر یوں تو بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بڑے بڑے علماء نے بھی لکھا ہے مگر جس درجہ آپ کے رسالے میں احتواء کیا گیا ہے میری نظر میں اور کسی نے نہیں کیا۔ ''فجزاکم اللہ خیر الجزاء'' خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو کہ آپ اس طرح کی بلکہ اس سے بڑھ کر برابر علمی خدمات انجام دیتے رہیں۔ میری نظر سے تو پہلی بار آپ کے قلم گہر بار کے نقوش گزرے، بے ساختہ داد ومبارک باد دینے کا تقاضا پیدا ہوا، چنانچہ اسی تقاضے کی تکمیل ان سطور کے ذریعہ کررہا ہوں۔

محمد برہان الدین

☆☆

تقریظ بقلم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی
(مفتی دارالعلوم دیوبند)

یک مشت داڑھی رکھنا تمام مسلمانوں کا اسلامی وقومی شعار، جمہور علماء کے نزدیک واجب اور تمام انبیاء کرام کی سنت متوارثہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں داڑھی رکھنے پر زور دیا ہے وہیں مشرکین اور یہود کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، جولوگ حدیث نبوی اور شروح حدیث سے صرفِ نظر کرکے محض اپنے عقلی گدے لگاتے ہیں، اور داڑھی کو کاٹ چھانٹ کرایک مشت سے کم یا مطلق ارسال کے قائل ہیں، خواہ کتنی ہی لمبی ہوجائے، یہ دونوں حضرات افراط وتفریط میں مبتلا ہیں اور جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

محترم مولانا حفظ الرحمٰن فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ان دونوں نظریات کا بھرپور تحقیقی جائزہ لیا ہے اورٹھوس دلائل وبراہین کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ داڑھی ایک مشت سے کم نہ رکھنا اور جب ایک مشت سے زائد لمبی ہوجائے تو اس کی اصلاح کرنا یعنی اسے کٹوادینا علمائے امت کے نزدیک اور شارع علیہ السلام کی منشا کے عین مطابق ہے، جوگروہ مطلق ارسال کا قائل ہے، مؤلف موصوف نے اس گروہ کے پیشوا ومقتدا مولانا ابوداؤد عبدالجبار غزنوی جیسے عالم کا فتوٰی (فتاوٰی ثنائیہ سے نقل کرکے) پیش کیا ہے، یہ دونوں فتوے اس گروہ کے لیے زبردست تازیانے ہیں، جواس گروہ کے یہاں قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح دوسرے پیشوا شیخ محمد ناصر الدین البانی جن کو یہ گروہ اپنی جماعت کا روحِ رواں اور علم حدیث کا علم بردار تصور کرتا ہے، ان کا فتوٰی بھی جمہور علماء کے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے، یہ دونوں فتوے اس گروہ کے لیے زبردست تازیانے ہیں، کاش یہ گروہ حدیث کا صحیح مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتا۔

ماشاء اللہ کتاب بہت تحقیقی اور کار آمد ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے، کتاب کو قبولیت سے نوازے اور مؤلف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

۶ / ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

تقریظ بقلم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

مرسلہ کتابچہ ”اعلام الفتیة بأحكام اللحية“ داڑھی کی شرعی حیثیت موصول ہوا، شکر گزار ہوں، طرز تحریر سے آپ نوجوان عالم ہونہار معلوم ہوتے ہیں، اردو زبان میں کتابیں پڑھنے کی میری عادت نہیں تاہم میں نے آپ کا رسالہ حرفاً حرفاً دلچسپی سے بغور پڑھا، بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی اور میں نے بعض دوسرے اہلِ علم حضرات کو بھی پڑھوایا اور اپنی مختصر لائبریری میں مزید استفادہ کے لیے رکھ لیا، تحقیق اور طرز تحریر دونوں ہی بہت عمدہ ہیں، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔ (آمین)

مولانا بجنوری نے ایک دوسرے خط میں تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

شرعی داڑھی کے بارے میں اس کتاب سے پیشتر مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی تحریرات پڑھیں لیکن زیر تبصرہ کتاب ان دونوں مذکورہ تحریرات سے بہت معیاری ہے، موضوع اور کتاب اگرچہ بہت چھوٹے ہیں لیکن بقامت کہتر بقیمت بہتر۔

عزیز الرحمٰن غفرلہ

(مدنی دار التالیف، بجنور، یوپی)

☆☆

تبصرہ ماہنامہ الفاروق، کراچی

داڑھی تمام انبیاء کی سنت، مسلمانوں کا قومی شعار اور مرد کی شناخت ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس شعار کو اپنانے کے لیے اپنی امت کو واضح ہدایات دی ہیں، اور ان کی روشنی میں جمہور علمائے امت کے نزدیک داڑھی رکھنا واجب اور مونڈنا حرام ہے۔

لیکن جیسا کہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ کسی بھی چیز کے متعلق اعتدال سے ہٹ کر افراط وتفریط کی راہ اپنالی جاتی ہے، ایسے ہی داڑھی کے بارے میں بھی احادیث صحیحہ اور جمہور علماء کے اختیار کردہ مسلک سے ہٹ کر ہمارے یہاں افراط وتفریط پر مشتمل دو مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، ایک نظریہ تو وہ ہے جو ایک غیر مسلم قوم کے تمدن سے مرعوب ہوکر اپنایا گیا ہے، اس نظریے کا حامل وہ طبقہ ہے جو غلامی کے اثرات میں بری طرح جکڑا ہوا ہے، مسلمانوں کے اپنے تہذیب وتمدن کو اپنانے کے معاملے میں وہ شدید احساس کمتری میں مبتلا ہے، چنانچہ داڑھی کے منڈوانے یا کتروانے کو نہ صرف یہ کہ وہ معصیت ہی نہیں سمجھتا بلکہ داڑھی رکھنے کو باعث ننگ اور منڈوانے کو قابل فخر سمجھتا ہے، اسی طبقے میں ان حضرات کو بھی شمار کرلیں جو اسلام کا لیبل اتر جانے کے خوف سے داڑھی مکمل مونڈتے تو نہیں البتہ استشراقیت زدہ اجتہادی بصیرت کی آڑ لیکر داڑھی کی اتنی مقدار گردانتے ہیں، جو انہیں ''ملا'' اور ''مسٹر'' کے بین بین ایک تیسری جنس کا عنوان دے سکتے ہیں۔

اس کے مقابلے دوسرا طبقہ وہ ہے جو داڑھی کے ایک مشت سے لمبی ہو جانے پر اسے اصلاح کے طور پر کسی قدر کاٹنا بھی درست نہیں سمجھتا، ان کے نزدیک داڑھی خواہ کتنی لمبی ہو جائے، اسے بغرض اصلاح کترنا بھی جائز نہیں، ان

کے دعویٰ کے مطابق مطلق ارسال لحیہ واجب ہے، اور داڑھی کی اصلاح اور کاٹ چھانٹ سے متعلق احادیث ضعیف اور مردود ہیں، زیرِ نظر کتاب تفریط پر مبنی اسی نظریہ کی تردید کے لیے ہے، فاضل مصنف نے ایک مشت سے زائد داڑھی کی اصلاح کے جواز پر احادیث مرفوعہ وموقوفہ، آثار تابعین اور اقوال مجتہدین سے استدال کیا ہے ان احادیث پر اس طبقہ کی طرف سے کیے جانے والے تمام اشکالات کا کافی وشافی جواب دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ احادیث معتبر اور قابل استدلال ہیں، آخر میں خود اسی مکتب فکر کی انتہائی اہم اور معتبر کتاب '' فتاویٰ ثنائیہ'' سے تین فتوے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ عالم عرب کے تین علماء شیخ البانی، یوسف القرضاوی اور سید صابق سے بھی یہی نقطۂ نظر نقل کیا ہے، جو جمہور امت کا ہے، دورانِ بحث کتاب میں مصنف کا رویہ سنجیدہ اور عالمانہ ہے، اپنے موقف کے ثبوت میں انہوں نے جابجا مختلف کتب کے حوالے دیے ہیں، ان کا طرز استدلال فن حدیث سے ان کی واقفیت کا ثبوت دیتا ہے، البتہ اگر کتاب کا اردو نام '' داڑھی کی شرعی حیثیت'' کے بجائے کچھ اور ہوتا تو مناسب تھا۔ کیونکہ اسی نام سے اس موضوع پر پہلے بھی کتاب شائع ہوچکی ہے، نام کی یکسانیت قارئین کے لیے اشتباہ اور خلجان پیدا کرسکتی ہے، کتاب ۷۱ر صفحات پر مشتمل ہے، کتاب معیاری ہے، البتہ جلد نہیں ہے، آخر میں مراجع کی فہرست بھی دی گئی ہے، امید ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں مفید ثابت ہوگی۔

(الفاروق، کراچی شمارہ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ)

تبصرہ ماہنامہ اشراق، لاہور

بے داڑھی مسلمان کا تصور، مغربی علم وتہذیب کے غلبے کے بعد وجود میں آیا ہے، اس سے پہلے اس بات پر تو بحث ہو جاتی تھی کہ اس کی مقدار کیا ہو، لیکن صفاچٹ چہرے نسوانیت ہی کی علامت سمجھے جاتے تھے، زیر تبصرہ کتاب اس نظریہ کی بنیاد پر لکھی گئی ہے کہ داڑھی انبیاء کرام کی سنت، مسلمانوں کا قومی شعار اور مرد کی شناخت ہے اور اس کی تراش خراش جائز نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے۔

یہ کتاب اصلاً اس موقف کی تردید میں تصنیف کی گئی ہے کہ سلف صالحین داڑھی کے مطلق ارسال کے قائل تھے اور عامل بھی، نیز اصلاح کی غرض سے اس میں تراش خراش کا عمل کسی بھی حدیث میں بیان نہیں ہوا اور یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا ایک مشت سے زائد داڑھی کا تراشنا درست عمل نہیں تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے جس فرمان کے تحت ایسا کرتے تھے، اسے سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔

مصنف نے صحابہ کرام میں سے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ رائے بیان کی ہے کہ داڑھی کے مطلق ارسال کے قائل نہیں تھے، اس کے برعکس ان سے داڑھی میں تراش خراش کا عمل صادر ہوا ہے، تابعین میں سے ابراہیم نخعیؒ طاؤس بن کیسانؒ، محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ اور شعبی سے بھی یہ ثابت ہے کہ داڑھی کے مطلق ارسال کے قائل نہیں تھے۔

مصنف نے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہا کا بھی یہ موقف پیش کیا ہے کہ وہ داڑھی کی تراش خراش کو سنت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے، مصنف نے مخالف نقطۂ نظر کے حاملین کا یہ دعویٰ غلط قرار دیا ہے کہ تراش خراش کے حق میں کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی روایت نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں انہوں نے مرفوع، موقوف اور مرسل روایات نقل کی ہیں۔

کتاب کے آخر میں جماعت اہل حدیث کی کتاب (فتاویٰ ثنائیہ) کے حوالے سے مشت سے زائد داڑھی تراشنے کے حق میں تین فتاویٰ بھی درج ہیں، مصنف نے شیخ ناصر الدین البانی کے ساتھ اپنی مراسلت کا جواب، خاتمۂ بحث کے طور پر نقل کیا ہے کہ وہ بھی مشت سے زائد داڑھی کا تراشنا جائز سمجھتے ہیں، عالمِ عرب ہی کے دو معتبر علماء یوسف قرضاوی اور سید سابق سے بھی مصنف نے یہی رائے نقل کی ہے۔

مصنف اگرچہ اپنا موقف ثابت کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں لیکن ان کا طرز استدلال مناظرانہ ہے، کتاب خوبصورت ہے، مگر جلد بندی نہ ہونے کی وجہ سے کتاب ایک پمفلٹ کا تاثر دیتی ہے۔

(ماہنامہ اشراق، لاہور، شمارہ مئی ۱۹۹۴ء)

☆

تبصرہ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

داڑھی ایک ایسا اسلامی شعار ہے، جسے فرمان نبوی کے مطابق فطرتِ انسانی اور سنت انبیاء قرار دیا گیا ہے، اور اس کا منڈوانا حرام اور ہنود و مجوس کا شعار ہے، زیر تبصرہ کتاب میں اسی پر بحث کی گئی ہے اور احادیث صحیحہ، تعامل سلف صالحین، مسالک فقہاء اربعہ اور فتاویٰ علماء اہل حدیث کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ داڑھی کم از کم ایک قبضہ تک مسنون ہے، کٹوا کر اس سے چھوٹی کر لینا ناجائز و مکروہ ہے، نیز یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایک قبضہ سے زائد داڑھی کا کاٹنا جائز و درست ہے۔

(ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، شمارہ جولائی ۱۹۹۴ء)

☆

تبصرہ پندرہ روزہ تعمیر حیات، لکھنؤ

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی نے احادیث کی روشنی میں بہت سی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ داڑھی کی اہمیت اور فضیلت کے موضوع پر ایک قابل عمل وقابل قبول کتاب تیار کردی ہے، جو عوام وخواص سبھی کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

(تعمیر حیات، لکھنؤ ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۵ء)

داڑھی کے سلسلے میں مسلمان افراط وتفریط کے شکار ہیں، اس میں توازن واعتدال کی ضرورت ہے اور وہ طریقۂ نبوی سے ملے گا۔ مصنف نے اعفائے لحیہ سے متعلق مرفوع احادیث، صحابہ کرام کے تعامل، ائمہ اربعہ کے مسلک اور علمائے متأخرین کے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے۔ امام غزالی کا قول نقل کیا ہے: ''داڑھی لمبی ہو تو ایک مشت سے زائد کا کترنا جائز ہے تاکہ حد سے نہ بڑھے'' اور عصر حاضر کے ممتاز عالم دین سید سابق کی کتاب ''فقہ السنہ'' سے نقل کیا ہے کہ ''سنن فطرت میں سے ہے داڑھی بڑھانا اور اس کو چھوڑ دینا کہ زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ وقار کی آئینہ دار ہو جائے۔ پس اُسے نہ اتنا کتروایا جائے کہ مونڈوانے کے قریب ہو جائے اور نہ ہی اتنا چھوڑ دیا جائے کہ وہ خراب لگنے لگے بلکہ متوسط بہتر ہے''۔ اس سلسلے میں ''فتح القدیر'' سے مصنف نے عبارت نقل کی ہے اور ائمہ اربعہ وسادات تابعین کوئی بھی مطلق ارسال کے قائل نہ تھے، مصنف نے پورے دلائل وحوالوں کے ساتھ اس بارے میں صحیح اور معتدل مسلک کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں جو غلو ہو رہا ہے اس کا رد کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

(تعمیر حیات: ۲۵ر اگست ۲۰۰۳ء)

☆

تبصرہ سہ روزہ دعوت، دہلی

مذکورہ بالا کتابچہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے داڑھی کی مشروعیت کے تعلق سے کتابچہ کا پورا نام اعلام الفتیۃ باحکام اللحیہ معروف بہ داڑھی کی شرعی حیثیت ہے۔

یہ کتابچہ دراصل ردعمل کے طور پر معرض وجود میں آیا ہے، جیسا کہ مؤلف نے خود حرفِ آغاز میں صاحب کتابچہ کا تذکرہ کیے بغیر لکھا ہے کہ عرصہ ہوا اس موضوع سے متعلق ایک کتابچہ میری نظر سے گزرا، جس میں، مؤلف نے سارا زور ارسال لحیہ کے وجوب پر صرف کیا ہے۔

مذکورہ بالا کتاب میں مؤلف نے ایک مشت سے زائد داڑھی کو کتروانے کے حق میں ائمہ اربعہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے جمہور علماء اور ہند وعرب کے ممتاز نامور علماء کے اقوال ذکر کیے ہیں، آخر میں مؤلف نے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ وسلف صالحین مطلق ارسال لحیہ کے وجوب کے قائل نہیں تھے، زیر بحث موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کتابچہ مفید ثابت ہوگا۔

(سہ روزہ دعوت، نئی دہلی شمارہ ۲۲رجنوری ۱۹۹۴ء)

☆

تبصرہ ماہنامہ معارف

اعظم گڑھ

داڑھی رکھنے کے امر واجب کی تعمیل میں علماء اس مسئلے پر مختلف الرائے ہیں کہ مطلق ارسال مطلوب و مستحب ہے یا اصلاح لحیہ کی بھی گنجائش ہے، اس مختصر رسالے میں روایات و آثار صحابہؓ اور اقوال ائمہ اربعہ کی روشنی میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک مطلق ارسال لحیہ واجب نہیں اس سے پہلے لائق مؤلف نے مسنون دعاؤں کا ایک مفید مجموعہ شائع کیا تھا۔ وہ ایک متدین، باصلاحیت اور سنجیدہ مزاج عالم ہیں، لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بحث ایک خاص مسلک کی تردید میں ہے اور گو عام انداز متوازن و معتدل ہے تاہم کہیں کہیں شدت میں بعض نامناسب اور غیر ضروری جملے بھی جزء بحث بن گئے ہیں، ان سے احتراز ممکن و مناسب تھا۔

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، شمارہ فروری ۱۹۹۷ء)

☆

تبصرہ ماہنامہ ارمغان شاہ ولی اللہ

پھلت، مظفرنگر

داڑھی رکھنا مسلمانوں کا اسلامی اور قومی شعار ہے اور یہ مردوں کی شناخت اور پہچان ہے، اس سلسلے میں احادیث کے مجموعے میں تفصیلی راہ نمائی کے علاوہ فقہ اسلامی کے ذخیرے میں بھی کافی مواد موجود ہے اور علمائے امت نے ہر دور میں امت مسلمہ کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے رسائل تصنیف کیے ہیں، پیش نظر کتاب بھی داڑھی کے سلسلے میں امت کی ذہن سازی کرنے اور اس کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، مصنف نے اس کتاب میں بڑی دیدہ وری اور ژرف نگاہی کے ساتھ احادیث نبوی اور فقہ اسلامی کے ذخیرے سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دلائل مہیا کیے ہیں، کتاب کے مندرجات اور حوالہ جات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اس کے لیے کتنی محنت اور جانفشانی کی ہے، اور کہاں کہاں سے آبدار موتی جمع کیے ہیں، کتاب کے مراجع میں ۷۱ کتابوں کی فہرست مصنف کی وسعت نگاہ اور ان کی کوشش کی آئینہ دار ہے، کتاب کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ داڑھی ایک مشت رکھنا تو شرعی دلائل کی روشنی میں ضروری ہے، لیکن کیا مطلق ارسال لحیہ واجب ہے، یا ایک مشت سے زائد کا تراش دینا بھی جائز ہے، یہ اصلاً اولیٰ اور غیر اولیٰ کی بحث ہے، جسے مسلمانوں کے ایک فرقہ نے حق و باطل کی طرح کی بحث بنا دیا ہے، اس کتاب کے ذریعہ سنجیدہ اسلوب میں اس بحث کو واضح کیا گیا ہے اور ائمہ اربعہ نیز فقہ اسلامی کی روشنی میں ایک مشت سے زائد حصے کو تراش دینے کے دلائل دیے گئے ہیں۔ ممتاز فقیہ اور اسلامی محقق مولانا برہان الدین سنبھلی کے مندرجہ ذیل

تاثرات اس کتاب کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مولانا کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے خیال میں ایسی معلومات افزا اور محنت وژرف نگاہی سے مرتب کی گئی تحریر کے لیے کسی کے مقدمہ کی ضرورت بھی نہیں کہ ''مشک آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' میں سمجھتا ہوں یہ رسالہ اس سے بالاتر ہے کہ اس پر تعارفی تحریر لکھی جائے اس رسالہ کے دیکھنے سے آپ کے بارے میں حسن ظن میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور امیدیں قائم ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اور بہت سے اہم علمی کام لے گا۔ ''اللھم زد فزد''

امید کہ کتاب کی قدر افزائی کی جائے گی اور اس کو عام کر کے امت کو ایک اسلامی شعار کی طرف متوجہ کیا جا سکے گا۔

وماذلك على الله بعزيز۔

(ماہنامہ ارمغان شاہ ولی اللہ، شمارہ ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

☆☆

تبصرہ سہ ماہی ''الشارق'' جامعہ اسلامیہ مظفر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

داڑھی رکھنے کے وجوب اور اس کے مونڈنے کے حرام ہونے پر علماء کا مطلق اتفاق ہے، اختلاف ہے تو اصلاح ریش میں کم اور زیادہ کی مقدار پر، زیر نظر کتاب میں اسی مسئلہ پر عالمانہ بحث کی گئی ہے، مرفوع احادیث، سلف صالحین کے تعامل، ائمہ اربعہ کے مسلک، جمہور کی تائید میں مختلف درجات کی روایات اور شیخ البانی کے نقطہ نظر جیسے عنوانوں کے تحت سیر حاصل اور سنجیدہ گفتگو کے بعد واضح کیا گیا ہے کہ جمہور علمائے امت کا مسلک مطلق ارسال لحیہ (داڑھی چھوڑنے) کے وجوب کا نہیں ہے، اس قدیم فقہی بحث میں اب بھی اختلاف فکر وعمل کی گنجائش ہے لیکن اس رسالہ کے مندرجات سے اختلاف دشوار ہے اس کتاب کی خاص خوبی یہی ہے کہ دلائل اور اثبات قول میں علمی متانت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، عام مناظرانہ رنگ کہیں غالب نہیں، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ رسالہ قامت میں کمتر لیکن قدر میں کہیں بڑھ کر ہے۔

(سہ ماہی ''الشارق'' شمارہ: جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء)

☆☆

مؤلف کی ایک دوسری معرکۃ آرا کتاب

تمباکو اور اسلام

اس کتاب میں تمباکو کی حقیقت اور اس کے تاریخی و علمی پسِ منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اہلِ علم اور فقہاء کی تحقیقات کا خلاصہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ مسئلہ زیرِ بحث سے متعلق سارے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے، اور ہر ذی شعور یہ یقین کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ تمباکو بہر کیف ایک مہلک شے ہے جس سے دور رہنے ہی میں انسان کی بھلائی مضمر ہے، اردو زبان میں اس موضوع پر اب تک کی سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے، حضرت مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی الندوی کے بیش قیمت پیش لفظ اور حضرت مولانا مفتی احمد حسن خاں ٹونکی کے محققانہ مقدمہ سے یہ کتاب مزین ہے۔

آفسیٹ کی دیدہ زیب طباعت، صفحات ۱۹۲۔ سائز ۲۳/۳۶×۱۶

ملنے کا پتہ:

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دہلی